قرآن و حدیث کی روشنی
میں کونڈوں کے شرعی جواز پر مدلل تحریر

کونڈے
بھی ایک مقصد
رکھتے ہیں

مؤلف
مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاھد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلاد شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث کی روشنی میں کونڈوں کے شرعی جواز پر مدلل تحریر

کونڈے بھی ایک مقصد رکھتے ہیں

مؤلف

مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاھد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	کونڈے بھی ایک مقصد رکھتے ہیں
موضوع	....	قرآن وحدیث کی روشنی میں کونڈوں کا شرعی جواز
مؤلف	....	مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری
صفحات	....	
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	کاشف عباس
اشاعت	....	مارچ 2012ء
ناشر	....	اکبر بک سیلرز لاہور
قیمت	....	-/180 روپے

ملنے کے پتے

☆ اکبر بک سیلرز زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

☆ مکتبہ فیضانِ سنت اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

فہرست

تقریظ

پاسبان مسلک رضا، استاذ العلماء حضرت علامہ

مولانا مفتی غلام مصطفیٰ رضوی دامت برکاتہ اللہ۔ جامعہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہِ الکریم

مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا اوران کے ایام وصال کے موقع پر صدقات وخیرات کے ذریعے مساکین وغرباء کی امداد کرنا یہ عمل مسلسل خلف و سلف سے جاری ہے جوقرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ اس کار خیر کو بدعت وناجائز کہتے ہیں۔ اس لئے مختلف ادوار میں علماء کرام ایسے منکرین کے رد میں دلائل قاہرہ اور براھین ساطعہ سے کام لیتے ہوئے ملت اسلامیہ کی رہنمائی وراہبری کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ پاک وہند میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے لئے کونڈوں کی صورت میں خیرات کی جاتی ہے جو جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ ہرطرح کی غیر شرعی امور سے مبرا ہو لیکن معترضین اس رسم پر بھی شدید اعتراضات کرتے ہیں۔ اس لئے ممتاز عالم دین مولانا محمد مجاہد عطاری سلمہ نے مدلل طریقے سے ایصال ثواب پر ایک مبسوط عقائد سپرد قلم کیا ہے۔ اس کتابچے کو میں نے بعض مقامات سے پڑھا ہے۔ مولانا کی یہ کاوش بلاشبہ قابل تحسین ہے اور ایصال ثواب کے موضوع پر خاطر خواہ دستاویز ہے جس سے عوام وخواص کو فائدہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی خدمت کو قبول فرمائے اور اہل اسلام وخواص کے لئے مشعل راہ بنائے۔

والسلام مفتی غلام مصطفیٰ رضوی جامعہ انوار العلوم ملتان

22 مئی 2011ء بروز اتوار

18 جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ

سبب تالیف

Cause of Writting

عصر حاضر میں گستاخ اپنی گستاخی پر عار محسوس نہیں کر رہے بلکہ ان کے اندر شیطانیت کی ایسی ہوس بندھی ہوئی ہے کہ آئے دن کسی نہ کسی گستاخی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ان کی یہ گستاخیاں ایک عاشق رسول وسگ مدینہ سے نہیں دیکھی جاتیں۔جس کو بھی دیکھو قرآن سنا سنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔

مکارِ قاتل (Assassin) بھی اپنے آپ کو علامہ زماں سمجھ کر اکابرین اسلام بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ذات و بابرکات پر بھی طعن دراز کرنے سے نہیں چوکتا اور اپنے مقصد کے لئے قرآن کریم ہی کو پیش کر کے سارے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بے دینی پھیلا رہا ہے۔یہی وہی زمانہ ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سلمانوں کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس زمانے میں دین سلامت لے گیا۔(حدیث)

تعجب (Astonishment) ہے مجھے ان گستاخوں پر جن کو احادیث مبارکہ بھی نظر نہیں آتیں جن میں ایصالِ ثواب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ یہ لوگ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں کہ ہم قرآن وسنت کو عام کر رہے ہیں۔ارے میں کہتا ہوں یہ عام نہیں کر رہے بلکہ قرآن وسنت کو بدنام کر رہے ہیں۔اپنی خواہشات کو مدنظر رکھ کر قرآن واحادیث میں غلط ترجمے کر کے مسلمانوں میں نفرتیں بٹھا رہے ہیں۔ اور ان کو ہدایت والے راستے سے دور کر رہے ہیں۔ بھلا یہ کون سا طریقہ یا قانون ہے

کہ جس میں فاتحہ خوانی(Commemoration) کو ناجائز قرار دیا جائے۔ میرا دل اسی وجہ سے کڑھتا تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ منع کیا نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منع کیا مگر یہ لوگ ناجائز کے فتوے لگا کر مسلمانوں کو اس عظیم ثواب سے محروم کرنے میں کوشاں ہیں اور جو لوگ کہ مسلمانوں کو فتنوں میں پڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں کہ وہ لوگ بد مذہبوں اور مرتدوں کے یہاں شادی بیاہ کر کے گمراہ اور مرتد ہو رہے ہیں اور اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخ بن رہے ہیں۔ مگر وہ لوگ قدرت کے باوجود، عوام میں مقبولیت حاصل کرنے، زیادہ سے زیادہ آمدنی ہونے یا کسی مفاد کے پیش نظر خاموش رہتے ہیں اور ایسی زبردست برائی کہ جس سے لوگ کفر و ارتداد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ منع نہیں کرتے اور وہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر نہیں ہیں۔ جیسا کہ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث شریف مروی ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"لیس منا من لم یرحم صغیر ناولم یوقر کبیرنا و یامر بالمعروف و ینہہ عن المنکر"(مشکوۃ 423)

"جو مسلمان ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے، ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اچھی بات کا حکم نہ دے اور بری بات سے نہ روکے وہ ہمارے راستے پر نہیں۔"

ایسے لوگ نائب رسول نہیں صرف نام کے عالم ہیں۔ اس لئے کہ رسول لوگوں کو گمراہی و بد مذہبی سے بچانے اور ان کو صحیح راستہ پر چلانے کی فکر میں دن رات لگا رہتا ہے لہٰذا جو عالم ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کا راستہ اختیار کرے وہی نائب رسول ہے ورنہ دنیا کمانے کے لئے وہ صرف نام کا عالم ہے۔

مسلمانو!

میں نے اسی ... فکر کو لے کر آج اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے کہ ایصال ثواب تو

یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے برگزیدہ ہستیوں کو ایصال ثواب کریں۔

مسلمانوں کا مجھ پر قرض تھا کہ میں اس رسالے کا انتظام کروں اور میرے نہایت ہی قابل تعظیم (Venerable) مطلوب احمد رضا، جن کے بار بار اصرار پر اس رسالے کو لکھا اور یقیناً وہ زندہ دل والے ہیں جن کے اندر یہ جذبہ ہے کہ مسلمانوں کو درست راہنمائی دے کر آخرت کا اجر پائیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استدعا ہے کہ ان کی کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور ان کی تمام دنیاوی و اخروی حاجات کو پورا فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

میرا یہ رسالہ!

(1) ان کے نام جو سنت نبوی میں ہر وقت غوطہ زن رہتے ہیں۔

(2) ان کے نام جو اولیاء اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔

(3) ان کے نام جو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں اخلاص سے بھیک مانگنے والے ہیں۔

(4) ان کے نام جو والدین کا دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ان کو یاد کرنے والے ہیں۔

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ محنت (Abject Industry) کو اپنے والدین و اساتذہ کرام و پیر و مرشد و بھائیوں و تمام امت مسلمہ اور خصوصاً بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد اشرف چشتی، صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد حنیف چشتی علیہم الرحمہ آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف والے کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

میرے والدین کی شفقت و دعا و اساتذہ کرام کی محنت و پیر و مرشد کی نظرِ کرم نے میری دنیا بدل دی اور مجھے گستاخانِ رسول کی گمراہیوں کے دلدل میں بے دین ہونے سے بچا کر ایمان کی لازوال دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کا سایہ میرے سر پر تا دائم و قائم رکھے اور ہم تمام کی بے حساب مغفرت و ایمان پر خاتمہ و قبر و حشر میں میٹھے میٹھے آقا بیکسوں کے مددگار و یار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کا پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو!

مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاہد عطاری القادری

شاہ جمال

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف

کتاب کا آغاز

19 ربیع الثانی 1432ھ بمطابق 24 مارچ 2011ء

روز جمعرات نماز فجر کے وظائف کے بعد کیا۔

حمد باری تعالیٰ عزوجل

اللہ کی ہے شان بڑی
جس پہ قربان ہے خلقت ساری

پتا پتا ہے کرتا حمد تیری
بوٹا بوٹا ہے گیت گاتا تیری

پھول کلیوں میں صنعت تیری
آتی ہے اس سے خوشبو پیاری

یہ جو پرندوں کی چہچہی
ہر وقت ہیں محو ثناء تیری

ہر ہر انسان کی مختلف شکل بنائی
اسی سے ظاہر ہوتی ہے تیری خدائی

مجاؔہد ہے تیری بارگاہ میں بھکاری
ہو قیامت میں شفاعت مصطفیٰ ﷺ میری

نعت شریف

میرے سرکار کے جیسا نہیں کوئی نہیں کوئی
پڑے جب کوئی مشکل تو سنتے ہیں وہ سنتے ہیں
جو کوئی مانگتا ہے تو ہیں جھولیاں بھر دیتے
میرے آقا سے بڑھ کر سخی نہیں کوئی نہیں کوئی
جو کوئی دیکھے سبز گنبد کو تو ہو جاتا ہے دیوانہ
یہی چمک مدینے کے سوا نہیں کوئی نہیں کوئی
کرم ہو تو ایسا ہو ابوایوب کے جیسا
ایسی قسمت بھی کسی میں نہیں کوئی نہیں کوئی
اگر وہ چاہیں بلوائیں سبھی کو مدینے میں
کسی کا بلوانا ایسا نہیں کوئی نہیں کوئی
اگر ہو کوئی غمزدہ تو غم سے چھڑاتے ہیں
ہے غموں کو چھڑانے والا ایسا نہیں کوئی نہیں کوئی
محشر میں ساری دنیا پھرتی ہو گی پریشاں
دامن میں چھپانے والا نہیں ایسا نہیں کوئی
اے موت اب تو چل گنبد خضریٰ کے سائے میں
مزا ایسی موت کے سوا نہیں کوئی نہیں کوئی
مجاہد کی یہ خواہش ہے مدینے بلا لیجئے
مدینے کے سوا خواہش نہیں کوئی نہیں کوئی

کونڈے بھی ایک مقصد رکھتے ہیں

الحمد لله الواحد الا حد الفرد الصمد الذی لیس له صاحبة ولا ولد لم یلد ولم یولد ولم یکن کفواً احد فسبحانه من اله جل وتنزه عن التثلیث و تقدس عن الشریك و عن شوائب التلویث والصلاة و السلام علی سیدنا محمد الصادق الامین وخاتم الانبیاء و المرسلین و علی آله السادة الابرار و صحبة العدول الثقات الاخیار۔

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم۔

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

وعلی آلك و اصحابك یا حبیب الله صلی الله علیه وآله وسلم

الصلوٰة والسلام علیك یا نبی الله صلی الله علیه وآله وسلم

وعلی آلك و اصحابك یا نور الله صلی الله علیه وآله وسلم

درود شریف کی فضیلت:

اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب وصلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تقرب نشان ہے۔

''بے شک بروز قیامت لوگوں میں سے میرے نزدیک تر وہ ہوگا جو مجھ پر

سب سے زیادہ درود بھیجے۔" (ترمذی 2 ص 27)

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر عظیم احسان ہے۔ مجھے ایمان جیسی لازوال دولت نصیب فرمائی۔ پھر اس کے بعد علم کی لازوال دولت عطا فرمائی اور احسانات میں سے یہ بھی احسان ہے کہ مجھے اس رسالے پر تحقیق (Research) کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

مجھ پر لازمی تھا کہ اصلاح فرمانے والے کی حیثیت سے یہ فریضہ سرانجام دوں۔ کیونکہ یہ موضوع اختلافی ہے اور گستاخوں کی گستاخیوں میں سے ایک گستاخی ہے اور میرا قلم ان پر پھانسی ہے اور میں عاشقانِ رسول کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ کونڈے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور گستاخوں نے اس کی رٹ لگائی ہوئی ہے کہ یہ ناجائز و حرام ہیں آج تک کسی شخص نے نہیں کئے لیکن سنی حضرات ہر اس طرح والے معاملے میں آگے ہیں۔

سب سے پہلے بات تو یہ ہے کہ کونڈے کہتے کس کو ہیں؟ دراصل کونڈے ایک ایصال ثواب کرنے کا دوسرا نام ہے اور ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے جو کہ دلائل سے ثابت ہے۔

اہل سنت و جماعت بریلوی ایصال ثواب ایک تو اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ وعقیدہ ہے چونکہ بزرگان دین علیہم الرحمہ کا اس پر عمل تھا اس لئے وہ اپنے بزرگوں کے طریقے پر عمل کرتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھی سنت ہے جو کہ میں آگے جا کر اس کی پوری تفصیل ذکر کرتا ہوں۔ لیکن کونڈوں کا جو رواج ہے یا طریقہ ہے اس کو اہل سنت والجماعت بریلوی حضرات کرتے ہیں۔ اور وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد میں کرتے ہیں۔

پاکستان کے اکثر علاقوں میں اس کا ایک طریقہ کار (Procedure) ہے ہر سال رجب شریف کی 22 بائیس شب کو بوقت سحری ایک مخصوص مقدار میں عورتیں باوضو ہو کر حلوہ پوریاں تیار کر کے مٹی کے برتنوں میں رکھ دیتی ہیں پھر اس جگہ پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ جس کا ثواب حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ہدیہ کیا جاتا

ہے اور بزرگوں کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور ہر مسلمان اس بات کو تو خوب جانتا ہے کہ ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور ہر جائز طریقے پر کیا جا سکتا ہے خواہ وہ بدنی عبادت ہو یا مالی عبادت ہو، مالی طریقے پر ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلائیں یا پانی پلائیں یا شربت یا کنواں کھدوائیں یا نل لگوا میں سب طریقے جائز ہیں۔ اسی طرح کونڈے بھی جائز ہیں۔ جو لوگ کونڈے کو صرف اس وجہ سے بدعت و ناجائز کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں موجود نہ تھے۔ مسلمانوں پر بڑا ظلم کرتے ہیں یہ تمام طور طریقے غلط ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسلمانو! یاد رکھیں کسی چیز کو اپنی طرف سے ناجائز کہنا درست نہیں۔ ان کی یہ صرف کم فہمی ہی نہیں بلکہ خباثت (Feculency) ہے۔ افسوس صد افسوس ہے ان گستاخوں پر کہ کسی چیز کو ناجائز کہنے کے لئے اتنی بات کافی نہیں کہ یہ اس دور میں نہ تھے بلکہ قرآن و حدیث سے خاص اس چیز کے بارے میں ممانعت ثابت کرنی ہوگی جس چیز کے بارے میں شریعت نے کچھ کہا وہ شرعاً جائز ہے۔ اور اگر مسلمان اسے اچھا خیال کرتے ہیں تو وہ اچھی ہے حدیث شریف ہے کہ

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

(بحوالہ مرقاۃ باب الاعتصام)

''نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو کوئی اسلام میں اچھا طور طریقے نکالے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کو بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔''

(مشکوۃ: باب العلم)

تو معلوم ہوا کہ سنیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ پہلے ہی بتا دیا اور سمجھا دیا کہ ایسے کام کر جانا کہ بعد میں بھی تمہیں اس کا اجر ملتا رہے اور چونکہ گستاخوں کو ثواب کی

ویسے ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ شیطان کے چیلے ہیں اور انہی کے ساتھ جور ہنا ہے، اسی لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ گستاخ بدعت کہتے ہیں تو ان کو چاہئے پہلے دل میں عشق رسول لے کر آئیں پھر بدعت کے نعرے لگائیں لیکن یہ گستاخیاں یہ بدعات کہنا ان کے اپنے خلاف ہے، بدعت کی تعریف آتی نہیں ہے بدعت کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ میں بدعت کی تعریف اور تفصیل کا ذکر کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

بدعت کی تعریف میں حکیم الامت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اپنی کتاب جاء الحق میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

"قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" (الاحقاف 9)

"فرمادو میں نیا رسول نہیں ہوں۔"

مزید فرمایا گیا

"بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط" (البقرہ 117)

"آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے۔"

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایجاد کرنا نیا بنانا وغیرہ، مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔

"قال النووی البدعة کل شیء عمل علی غیر مثال سبق"

"جو بغیر گزری مثال کے کیا جائے۔ بدعت وہ کام ہے۔"

اب بدعت تین کام میں استعمال ہوتا ہے۔ نیا کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوا، خلاف سنت کام جو دافع سنت ہو، برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے پہلے معنی سے بدعت کی دو اقسام پر ہے۔

(1) بدعت حسنہ (2) بدعت سیئہ

دوسرے دو معنی سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔

لہٰذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی:

وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی۔

(1) بدعت اعتقادی (2) بدعت عملی

بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے۔ عیسائی، یہودی، مجوسی اور مشرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں موجود تھے۔ نیز ان عقائد کو عیسائی وغیرہ بھی اسلامی عقائد نہیں کہتے اور جبریہ، قدریہ مرجیہ، چکڑالوی، غیر مقلد، دیوبندی عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب بعد میں بنے اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے جاہل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں بیل، گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ یہ گستاخانہ عقیدے بارھویں صدی کی پیداوار ہیں۔

بدعت حسنہ کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"وَجَعَلْنَا فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ بِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ"

(الحدید 27)

''اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال اور لذت سے کنارہ کشی کی تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے اپنے خیال میں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ ہی ایسا کر لیا تھا۔''

پھر فرمایا۔

"فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ" (الحدید 27)

''پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہو جانا ایجاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا۔ ہاں جو اسے نبھا نہ سکے ان پر عتاب آیا فرمایا گیا۔

"فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا"

''دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نہ نبھانے پر۔

معلوم ہوا بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعث ثواب۔ مگر اس پر پابندی نہ کرنا برا۔

"خیر الامور ادومها"

مشکوٰۃ باب الاعتصام کی پہلی حدیث ہے کہ

"من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد"

''جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہیں۔''

ہم نے ما کے معنی عقیدے اس لئے کئے کہ دین عقائد ہی کا نام ہے۔ اعمال فروع میں بے نمازی گناہ گار ہے۔ بے دین یا کافر نہیں۔ بداعتقاد یا تو گمراہ ہے یا کافر ہے اس کے ماتحت مرقات میں ہے۔

"والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا فهو مردود علیه

اقول فی وصف هذا لامر اشارة الی امر الاسلام کمل"

معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں وہ اس پر رد ہے میں کہتا ہوں کہ ہذا الامر کے وصف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا معاملہ مکمل ہو چکا، ثابت ہو (Come to light) کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔

اسی مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا:

"بلغنی انه قد احدث فان کان احدث فلا تقرئه منی السلام"

''مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا سلام نہ کہنا''

بدعتی کیسے ہوا؟ فرماتے ہیں۔

"یقول یکون فی امتی خسف و مسخ او قذف فی اهل القدر"

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین میں دھنسنا، صورت بدلنا یا پتھر برسنا ہوگا قدریوں لوگوں میں۔''

معلوم ہوا کہ وہ قدریہ یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کو بدعتی فرمایا۔ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامت میں ہے۔

"و مبتدع ای صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول"

''بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف ہیں۔''

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعتی اور بدعت پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقادیہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد کی۔ یعنی بدعت اعتقادیہ والے کی۔

اور انہیں گستاخوں کے بڑے لکھتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ میں جلد اول کتاب البدعات صفحہ 90 میں ہے۔ جس بدعت میں ایسی شدید وعید ہے وہ بدعت فی العقائد ہے جیسا کہ روافض خوارج کی بدعت ہے۔

بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہو یا اس کے بعد ہو۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

"وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله علیه السلام"

''بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہو۔''

اشعة اللمعات یہ ھی باب "بد انکه هر چیز پیدا شده بعد از پیغمبر علیه السلام بدعت است"

''جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع ہوا ہو وہ بدعت ہے۔''

ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے نہ زمانہ صحابہ کا لحاظ جو کام بھی ہو وہ دینی ہو یا دنیاوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب بھی ہو خواہ زمانہ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے ہاں عرف عام میں ایجادات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں بولتے یہ عرف ہے ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا ''نعمة البدعة ہذہ'' یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

گستاخوں کو چاہئے کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور اپنے ان گستاخوں کو بھی منع

(Interdict) کردیں جوتراویح کی باقاعدہ جماعت کرواتے ہیں اگر تم صرف بدعت بدعت کے فتوے لگاتے ہو تو جاؤ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام پر لگاؤ کیونکہ تمہیں تو صرف بدعت کے فتوے لگانا آتے ہیں بدعتوں کی اقسام کا تو پتہ نہیں ہے۔

اب میں بدعت عملی کی اقسام عرض کرتا ہوں۔

بدعت عملی کی اقسام:

بدعت عملی کی دو اقسام ہیں۔

(1) بدعت حسنہ (2) بدعت سیئہ

بدعت حسنہ وہ نیا کام ہے جو کہ کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد، ایصال ثواب اور دینی مدارس اور نئے نئے عمدہ کھانے اور پریس میں قرآن و دینی کتب کا چھپوانا اور بدعت سیئہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو۔ جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا یا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا کہ اس میں سنت خطبہ یعنی عربی میں ہونا اور تبلیغ تکبیر کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی بذریعہ مکبرین کے آواز پہنچانا بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض وقت مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سیئہ مکروہ تنزیہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی بہت اہم دلائل ملاحظہ ہوں اشعۃ اللمعات جلد اول باب الاعتصام زیر حدیث وکل بدعۃ ضلالۃ ہے۔

"و آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شدہ است آں را بدعت حسنہ گویند و آنچہ مخالف آں باشد باعث ضلالت گویند"

''جو بدعت کہ اصول اور قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس کی ہوئی ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بدعت گمراہی کہتے ہیں۔''

مشکوۃ باب العلم میں ہے۔

''من سن فی الاسلام حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیران ینقص من اجورهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعلیه و زرها ووزرمن عمل بها من غیران ینقص من اوزارهم شیء''

''جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔''

معلوم ہوا کہ اسلام میں فکر مندرہ کر کارخیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''قال العلماء هذہ احادیث من قواعد الاسلام وهو ان کل من ابتدع شیئا من الشر کان علیه مثل وزر من اقتدیٰ به فی ذالك و کل من ابتدع شیئا من الخیر کان له مثل اجر کل من یعمل الی یوم القیامة''

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام ساری پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بری بدعت گناہ۔

بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔

مشکوۃ باب الاعتصام میں ہے۔

''من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهورد''

''جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

دین سے نہیں ہے کہ معنی یہ ہیں کہ دین کے خلاف ہے۔

تو گستاخ اگر تمام چیزوں کو بدعت کہیں تو یہ خود بھی بدعت ہیں کیونکہ یہ تو خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھے تو معلوم ہوا کہ جو برا کام ہوگا وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی برا ہوگا اور جو اچھا کام ہوگا وہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی اچھا ہوگا۔

مشکوۃ باب الاعتصام تیسری فصل میں ہے۔

"ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من اسنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة"

''کوئی قوم بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اتنی سنت اٹھ جاتی ہیں۔ لہٰذا سنت کو لینا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔''

بدعت حسنہ تین طرح کی ہیں۔

(1) بدعت جائز (2) بدعت مستحب (3) بدعت واجب

اور بدعت سیہ دو طرح کی ہیں۔

(1) بدعت مکروہ (2) بدعت حرام

اس تقسیم کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مرقات باب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں ہے۔

"البدعة اما واجبة كتعلم النحو تدوين اصول الفقه و اما محرمة كمذهب الجبرية و اما مندوبة كا حداث الروابط و المدارس و كل احسان لم يعهد فى الصدر الاول و كا التراويح اى با الجماعة و اما مكروهة كزخرفة المساجد اما مباحة كا المصافحة عقيب الصبح و التوسع بلذيذا

الماکل والمشارب"

بدعت یا تو واجب جیسے کہ علم نحو پڑھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے کہ جبریہ کا مذہب اور یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور دینی مدارس بنانا اور وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی جیسے عام جماعت سے نماز پڑھنا اور یا مکروہ ہے جسے مساجد کو فخریہ زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔"

اور شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

"ای صاحب بدعة محرمة والافقد تكون واجبة كنصب الادلة وتعلم النحو و مندوبة كا حداث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم يكن فى الصدر الاول مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة كالتوسع بلذيذ الماكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير"

"یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانے میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے مساجد کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے"

مسلمانو!

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی ظاہر ہوئیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ واصول فقہ یا قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدارس میں تعلیم (Education) کے درس وغیرہ بنانا۔

اب ان کی پہچان کیسے کی جائے گی ملاحظہ ہوں۔

پانچ اقسام ہیں جن کی علامتیں درج ذیل ہیں۔

(1) بدعت مستحبہ:

ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اس کو عام مسلمان کار ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو اس نیت سے کرے جیسے محفل میلاد شریف و فاتحہ بزرگان دین علیہم الرحمہ کہ عام مسلمان اس کو کار ثواب جانتے ہیں اس کو کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گناہ گار نہ ہوگا۔ اب یہاں سے معلوم ہوا کہ گستاخ صرف ضدی نہیں بلکہ بزرگوں کو ایصال ثواب کرنا یا نذرانہ عقیدت بھیجنا ان کے لئے تکلیف دہ ہے۔

لہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا جائز ہوا۔

مرقات باب اعتصام میں ہے۔

"وروی عن ابن مسعود ماراٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن و فی حدیث مرفوع ولا تجتمع امتی عل الضلالۃ"

''حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔''

مشکوٰۃ شریف کے شروع میں ہے۔

"انما الاعمال بالنیات و انما لامرء مانوی"

''اعمال کا دارومدار نیت سے ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو نیت کرے''

دیکھو!

(i) ہر مسلمان چھ کلمے یاد کرتا ہے یہ چھ کلمے ان کی تعداد کی ترتیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے۔ یہ دوسرا اور ان کے یہ نام ہیں یہ سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلاثہ میں کوئی پتہ

عیاں(evident) بھی نہ تھا۔

(ii) قرآن پاک کے تیس پارے بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب لگانا اس کی سنہری روپہلی جلدیں تیار کرنا قرآن کو بلاک وغیرہ بنا کر چھاپنا سب بدعت ہیں جن کا قرون ثلاثہ میں پتہ بھی نہ تھا اور قرآن کا اردو میں ترجمہ کرنا بھی بدعت ہے۔

(iii) حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اسناد بیان کرنا، اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن، یہ ضعیف، یہ معضل، یہ مدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے دوم نمبر حسن، سوم نمبر ضعیف۔ پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام و حلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی اور فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوگی غرضیکہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے جن کا قرآن ثلاثہ میں نام و نشان بھی نہ تھا۔

(4) اصول حدیث:

یہ فن بالکل بدعت بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے قانون بدعت ہیں۔

(5) فقہ:

اس پر آج کل دین کا دارومدار ہے۔ مگر یہ بھی اول تا آخر بدعت ہے جبکہ گستاخ بھی مجموعی طور پر اس کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اس فقہ کا قرون ثلاثہ میں ذکر نہیں۔

(6) اصول فقہ و علم الکلام:

یہ علم بھی بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے۔ ان کے قواعد وضوابط سب بدعت ہیں۔

(7) نماز:

نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت، جس کا ثبوت قرون ثلاثہ میں نہیں۔ رمضان

میں بیس تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت ہے خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔نعمت البدعۃ ہذہ یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔جبکہ گستاخ بھی کرتے ہیں۔

(8) روزہ:

روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا، اللھم لک صمت الخ،اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ اللھم لک غداً نویت الخ بدعت ہے۔

(9) زکوٰۃ:

زکوٰۃ میں موجودہ سکہ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے۔قرون ثلاثہ میں یہ تصویر والے سکہ نہ تھے نہ ان سے زکوٰۃ جیسی عبادات ادا ہوتی تھیں۔موجودہ سکوں سے غلے سے فطرانہ نکالنا یہ سب بدعت ہے۔

درمختار جلد اول بحث مستحبات وضو میں ہے۔

"مستحبه وهو ما فعله النبي عليه السلام مرة و تركه اخرى و ما احبه السلف"

''مستحب وہ کام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا اور وہ کام جسے گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔''

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

"فان النیات تجعل العادات عبادات"

''کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنا دیتی ہے۔''

ان احادیث وفقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جائے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں وہ عنداللہ بھی کار ثواب ہے۔مسلمان اللہ کے گواہ ہیں۔جن کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔

(10) بدعت واجبہ:

- وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔جیسا

کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا۔

(11) بدعت مکروھہ:

وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔ اگر سنت غیر موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سنت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی۔

اس کا حوالہ اور مثالیں ذکر ہیں۔

(12) بدعت حرام:

وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جائے۔ یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔

درمختار باب الاذان میں ہے کہ اذان کے بعد سلام کرنا ۷۸۱ھ میں ایجاد ہوا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے۔

اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ففيه دليل على انه غير مكروه لان المتوارث لا يكون مكروها و كذالك تقول فى الاذان بين يدى الخطيب فيكون بدعة حسنة اذ ما رأه المومنون حسنًا فهو عند الله حسن"

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ وہ جائز کام جو مسلمانوں میں مروج ہو جائے تو وہ باعث ثواب ہے اور گستاخ تو نیک عمل کو کسی شرعی دلیل کے بغیر اس کو ناجائز (Unauthorised) قرار دے دیتے ہیں تو یہ لوگ خود بدعتی ہیں کیونکہ ایک مسلمان شخص نیک کام کر رہا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے دین میں بھی فائدہ ہوتا ہے اور دنیا میں بھی فائدہ ہے جبکہ یہ گستاخ ان کو ناجائز کہہ دیتے ہیں مسلمانوں کو اچھے کام سے روک کر ان کے نزدیک اچھا عمل ہے حالانکہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا ہے وہ اچھا فعل ہے اور گستاخوں کے نزدیک وہ فعل برا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ یہ کس طرح کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہ بے ادب لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم حق پر ہیں۔ ان کی محبت کا اندازہ تو لگایئے کہ اللہ ورسول کی مخالفت میں ان کی محبت ہے۔ (نعوذ باللہ)۔

تو یہ لوگ خود بدعتی ہوئے۔

آیئے میں آپ کو مزید مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

(1) ایمان:

مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں ہیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلاثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

(2) حج:

ریل گاڑیوں، لاریوں، موٹروں، ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے اس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ ان کے ذریعے حج ہوتا تھا۔

اب گستاخوں کو بھی چاہئے کہ ان پر سفر نہ کریں کیونکہ یہ صرف بدعت ہیں اور ان کے نزدیک بدعت ناجائز ہے۔ لہٰذا جو چیز بدعت ہو اسے نہیں کرنا چاہئے۔

افسوس ہے ان گستاخوں پر

کسی نے کیا خوب کہا

تیرا کھائیں اور تیرے غلاموں سے الجھیں

ہیں عجب منکر غرانے والے

دنیاوی چیزیں:

ہر خاص وعام (All and Sundray) نے دنیا میں وہ وہ چیزیں ایجاد کیں جن کا خیر القرون میں نام ونشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔

ہر شخص اس کو استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ ریل، موٹر، ہوائی جہاز، سمندری جہاز، تانگہ گھوڑا، پھر خط لفافہ، تار، ٹیلی فون، ریڈیو، لاؤڈ سپیکر وغیرہ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اب بولو گستاخ بدعات حسنہ کے بغیر زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

کیوں اب مشکل میں پھنس گئے ہیں کہ اگر ہم ان پر سفر نہیں کرتے تو ہمارے نکلے ہوئے پیٹ جو کہ 9 ماہ کا ہوتا ہے ختم ہو جائے گا۔

تو میرا مکمل تفصیلات (ins and outs) بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بدعت کی اقسام ہیں جن میں اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا تو تم کہاں سے آ گئے ہو ہر چیز پر بدعت کے فتوے لگانے والے۔ جہاں تمہارا دل کرے وہاں بدعت کے فتوے لگا دو اگر تمہارے نزدیک ہر چیز بدعت ہے تو ڈوب کر مر جایئے جہاں تمہیں دیکھنے والا بھی نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایصال ثواب کرنا سنت ہے اور کونڈے کرنا بدعت حسنہ ہے تو کونڈے کرنا جائز ہوئے جو کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔ یقیناً حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہیں اور سادات میں سے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے تو سنی بھی نسبت پر مرنے والے ہیں۔ جب بھی کوئی چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو کے لے چکی ہو تو سنی بھی اسی کا بوسہ لیتے ہیں تاکہ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی نصیب ہو۔ چاہے وہ کوئی چیز بھی ہو، آل میں سے ہو یا مدینے کی پاکیزہ مٹی میں سے ہو۔ تو ان سب سے مقدم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل مطہرہ میں سے ہیں اس لئے سنی نسبت کی وجہ سے ان کو ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا

اسم گرامی ونسب

آپ رضی اللہ عنہ امام ششم ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اور بعض کے نزدیک ابواسماعیل ہے۔آپ رضی اللہ عنہ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت امام زین العابدین کے حقیقی پوتے اور شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے لگتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا اسم مبارک سیدنا امام الباقر اور والدہ ماجدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر الصدق ہے۔

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہ کی ماں حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔اسی باعث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ڈبل رشتہ ہے۔(سعادت الکونین ص 198)

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش بمقام مدینہ منورہ 82ھ بروز سوموار ماہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ عظمائے اہل بیت سے ہیں۔اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کہ کثرت علوم مفیضہ جوان کے قلب پر نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم وادراک نہیں کرسکتے اور بھی علوم آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کتاب جفر جو عبدالمومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے آپ رضی اللہ عنہ کا ہی کلام ہے۔یہ کتاب جفر کے نام سے مشہور ہے۔جو آپ رضی اللہ عنہ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے۔ اور بندگان خدا کے لئے صحیح راستے کی معاون (Instrumental) ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جس وقت مامون الرشید نے آپ رضی اللہ عنہ کو

اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جفر و جامعہ دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اس دعوے میں سچے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم غابر و مزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہ بھی ہے لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے۔ ان کی تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا غابر وہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ملائکہ کی باتیں ہیں۔ جن کو ہمارے کان ہی سن سکتے ہیں اور کوئی ان شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن جفر احمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہل بیت سے عین و برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو لیکن جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کئے جائیں۔ لیکن مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات واسماء جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں چھپا دیئے (Overvell) ہیں اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور نے ترتیب دی ہے۔ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ ریت سے لے کر کوڑے اور آدھے کوڑے تک کی سزا بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زبان گوہر فشاں سے جو بھی حقائق معارف اور دقائق حکم صادر ہوئے وہ زبان زد خاص و عام ہیں اور اہل اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

(شواہد النبوت: ص 327)

آپ رضی اللہ عنہ کی علمیت، فقاہت اور بزرگی کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے

کہ امام شعبہ، امامین سفیانین، امام مالک وخصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم جیسے فقہاء وائمہ دین آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ تقویٰ و دین میں اس قدر کھرے تھے! اس کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلفاً خلفاً اور قدیماً حدیثاً تمام امت بیک زبان و بیک قلم آپ کو ''الصادق'' کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اختلفت الیه زماناً فما کنت اراه الاعلی ثلث خصال امام مصل و امام صائم و اما یقراء القرآن و مارأیته یحدث الاعلی طهاره''

میں عرصہ دراز تک آپ رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوتا رہا جب بھی گیا آپ رضی اللہ عنہ کو نماز میں مصروف یا روزہ دار یا تلاوت قرآن میں مگن پایا۔

آپ رضی اللہ عنہ وضو کے بغیر حدیث بیان نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ عمدہ گفتگو کی صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دیگر متعدد کتب کے علاوہ امام بخاری کی کتاب الادب المفرد، صحیح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی منقول ہیں جن کو پڑھ کر دل باغ باغ (Overjoyed) ہو جاتا ہے۔

کرامات

خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ جب ربیع آپ کو لے کر آئے تو منصور نے کہا۔

(اللہ مجھے مار ڈالے گا اگر میں کسی حیلے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں تو) مگر تم فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی ہو۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے۔

اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی جھوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے۔ اگر عیاذ أباللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انہوں نے معاف فرما دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔

یہ سب پیغمبر ہیں اور تمہارا نسب یوں ان سے ملتا ہے۔

منصور کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر کہا۔ آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔ خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا آیا تم نے یہ باتیں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنی ہیں۔ اس نے کہا ہاں! خلیفہ نے کہا: کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں! پھر اس نے یوں قسم کھانا شروع کی۔

باللہ لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ

(قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عالم غیب وشہادت ہے) حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا ہاں آپ اسے قسم دیں۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہو۔

"بریت من حول اللہ و قوتہ و النجات الی حول و قوتی لقد فعل کذا و کذا جعفر و قال کذا و کذا جعفر"

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا۔ آخر قسم کھا لی اور قسم کھاتے ہی حاضرین کے سامنے پھڑک کر مر گیا۔

منصور نے کہا۔ اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔

ربیع کہتے ہیں جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منصور کو ملنے آئے تو آپ

رضی اللہ عنہ نے زیرلب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے لبوں کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔

اس نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔ جب خلیفہ سے اٹھ کر باہر آئے تو میں نے ربیع سے کہا یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناقض تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے زیرلب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اپنے دادا حسین رضی اللہ عنہ کی تلقین کردہ یہ دعا پڑھ رہا تھا۔

یا عدتی عند شدتی و یا غوثی عند کربتی احرسنی بعینك التی لاتنام واکنفی الذی لایرام

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا یاد کر لی اور جب مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی اور مجھے راحت نصیب ہوئی۔ اسی طرح ربیع نے واضح کیا (Elucidate) کہ میں نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے اس شخص کو قسم پوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بندہ خدا تعالیٰ کی یکسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے حلم کی دولت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ اپنی سزا سے مطلع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے کانوں نے سنا ہے کے سبب اس کا جلدی مواخذہ کر لیا۔

(شواہد النبوت: 330)

ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منصور کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا اس نے دیکھا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟ دربان بولا خدا کی قسم میں نے

حضرت جعفر صادق کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔

منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اسے غمگین و پریشان دیکھا تو کہا۔اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں۔بولا میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو مروا دیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے میں نے کہا وہ کون ہے۔کہنے لگا وہ جعفر بن محمد ہے میں نے کہا۔وہ تو ایسی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محو رہتی ہے۔اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔

خلیفہ بولا۔مجھے معلوم ہے تم اس سے کچھ ارادت وعقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک میں اس کا کام تمام نہ کر دوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔چنانچہ اس نے جلاد کو بلا کر کہا کہ جونہی جعفر بن محمد آئے۔میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا اسے شہید کر دینا۔پھر حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ہولیا۔میں نے دیکھا کہ آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتہ نہ تھا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔وہ ان سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تند وتیز لہروں سے باہر آتی ہے۔اس کا عجیب حلیہ تھا وہ لرزہ براندم، برہنہ سر اور برہنہ پا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا۔اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔تو نے بلایا اور میں آگیا۔پھر کہنے لگا کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو میں جس وقت خود چاہوں آجایا کروں گا۔آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔تو منصور نے اسی وقت جامہائے خواب طلب کئے اور رات گئے سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہوگئی۔بیدار ہوا تو مجھے بلایا اور کہا جس

وقت میں نے جعفر صادق کو بلایا تو میں نے ایک اژدھا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے حضرت جعفر صادق کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس پر میری طبیعت غیر ہوگئی جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ میں نے کہا یہ جادو سحر نہیں ہے یہ تو اس اسم اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔ (شواہد النبوت 331)

ابن جوزی نے کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' میں لیث بن سعد سے بہ اسناد خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ فراغت کے بعد میں کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور دعا مانگ رہا ہے۔ یارب یارب کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر کہا یار باہ یار باہ۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا پھر یا حی یا حی پڑھنے لگا۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر اس نے یا رحیم یا رحیم پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا ارحم الرحمین پڑھنے لگا۔ اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ اس نے سات بار اس طرح کیا پھر کہا

اللھم انی اشتھنی من ھذا العیب اللھم وان یر ادی قدا خلقا

ابھی اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دو نئی چادریں پڑی ہوئی دیکھیں۔ اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی۔ اس نے کہا تم کیوں شریک ہوتے ہو۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔ اس نے کہا میرے پاس آؤ۔ کھاتے جاؤ اور کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔ یہ ایسے انگور تھے جن کا بدل ملنا محال تھا۔ میں نے ایسے انگور کبھی نہ کھائے تھے۔ میں کھا کر سیر ہو گیا لیکن ان میں سے ایک بھی کم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا۔ ان دو چادروں میں جو چاہو اٹھا لو۔ میں نے کہا مجھے

ضرورت نہیں۔ اس نے کہا ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنالی اور دوسری سے اوڑھنی بنالی اور دونوں پرانی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب صفا و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا تن ڈھانپئے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔ اس نے دونوں چادریں اسے دے دیں۔ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ میں نے پوچھا، یہ چادریں دینے والے کون ہیں۔ تو اس نے کہا یہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعد ازاں میں نے ان سے حدیث سننے کے لئے بہت خواہش کی لیکن وہ نہ مل سکے۔ (شواہد النبوت: ص 332)

کہتے ہیں قاتل (Homicide) داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال منال ضبط کر لیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ وہ اس وقت اپنی چادر کو زمین پر بچھا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے۔ میں تمہارے لئے بخدا بددعا کروں گا۔ داؤد نے بر سبیل مذاق کہا۔ کیا تم مجھے ڈراتے دھمکاتے ہو۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام وقعود میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو آپ نے داؤد کے لئے بددعا کی ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں میں سے کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔ (شواہد النبوت: ص 332)

جناب ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا میرے ساتھ ایک کنیز بھی تھی۔ میں نے اس سے جماع کیا۔ بعد ازاں حمام میں جانے کے لئے باہر آیا میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا۔ جب حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابو بصیر! تمہیں شاید پتہ نہیں کہ پیغمبروں اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر

جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔ میں نے کہا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے احباب کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس لئے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔

ایک اور صاحب کا بیان ہے جو کہ معروف (Memorable) ہے کہ میرا ایک دوست تھا۔ جسے منصور نے محبوس کر دیا۔ میری ملاقات حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حج کے موسم میں میدان عرفات میں ہوئی۔ آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا حضور! وہ ایسے ہی قید میں ہے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد فرمایا۔ خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا تمہاری کس دن رہائی ہوئی۔ کہنے لگا، مجھے یوم عرفہ کو بعد از نماز عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ کسی دوست کو نہ دوں گا تا کہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہو گئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا تھا۔ آ کر کہنے لگا کہ تجھے آپ بلاتے ہیں۔ میں جلدی سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور السلام وعلیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی ہاں حضور دے دیجئے۔ لیکن وہ تو گم ہو گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے لے لو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ (شواہد النبوت 333)

ایک راوی کا بیان ہے جس کا لب لباب (Quintessence) یہ ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جا رہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ زاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ خدا تعالیٰ گائے کو زندہ کردے۔ وہ بولی آپ مذاق کیوں کرتے ہیں۔ میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا۔ بعدازاں آپ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی۔ گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا۔ پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ ہوئی۔ بعدازاں حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ لوگوں میں مل جل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔ (شواہد النبوت 334)

ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں کھجور کے سوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے ان سوکھے درختوں کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں ہمارے لئے جو رزق ودیعت کیا ہے۔ اس سے ہماری ضیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ جنگلی کھجوریں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف جھک رہی تھیں۔ جن پر تر خوشے لٹک رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا۔ میرے پاس آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھجوریں کھائیں۔ ایسی شیریں کھجوریں ہم نے پہلے کبھی نہ کھائی تھیں۔ اس جگہ ایک اعرابی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا آج جیسا جادو میں نے کبھی نہ دیکھا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ ہم ساحر و کاہن نہیں۔ ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عزاسمہ قبول فرمالیتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ۔ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لئے کہنے لگا۔ ہاں ابھی دعا کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

دعا کی وہ کتا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا اس کا تعاقب کرو۔ میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بال بچوں اور گھر والوں کے سامنے اپنی دم ہلانے لگا۔ انہوں نے اسے ڈنڈا مار کر بھگا دیا میں واپس آیا تو تمام حال کہہ کر سنایا اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے لیٹنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس پر رحم فرما کر دعا فرمائی تو وہ شکل انسانی میں آ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا

اے اعرابی: میں نے جو کہا تھا اس پر یقین ہے یا نہیں۔ کہنے لگا

جی حضور ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و یقین رکھتا ہوں۔

ایک راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ملجا (Harbourage) میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب خداوند اقدس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

''خُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ''

(القرآن پارہ 3، رکوع 3 سورہ بقرہ)

''پرندوں میں سے چار پرندے پکڑیے پھر انہیں اپنی طرف بلائیے''

کا حکم فرمایا تھا تو کیا وہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دوسرے سے مختلف، پھر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں۔ ہم نے ''ہاں'' کہا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مور! ادھر آ جاؤ۔ اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا۔ پھر فرمایا اے کوے! ادھر آؤ۔ فوراً ایک کوا آ گیا۔ پھر فرمایا: اے باز ادھر آ جاؤ! اسی وقت ایک باز آ گیا۔

پھر فرمایا: اے کبوتر ادھر آؤ! ایک کبوتر آ گیا۔

چاروں پرندے آ گئے تو آپ نے فرمایا۔ ان کو ذبح کر کے ٹکڑے کر دو اور ایک کا گوشت دوسرے میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر کو بحفاظت رکھو۔ اس کے بعد آپ نے

مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اے مور! ہم نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں، پر اور گوشت اس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وہ ایک صحیح وسالم مور بن گیا۔ اسی طرح دوسرے تین پرندوں سے معاملہ کیا۔ وہ بھی زندہ ہو گئے۔ (شواہد النبوت 334 تا 335)

ایک نکتہ (Epigram) یہ بھی ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا، میں حج کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ میرے لئے اس پیسے سے کوئی سرائے خرید لیں تاکہ میں حج سے واپسی پر اپنے اہل وعیال سمیت اس میں متوطن ہو جاؤں، حج سے واپسی پر وہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے تمہارے لئے جنت میں سرائے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر، دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، تیسری حسن رضی اللہ عنہ پر اور چوتھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور یہ لو میں نے پروانہ لکھ دیا ہے۔ اس نے یہ بات سنی تو کہا میں اس پر خوش ہوں۔ چنانچہ وہ پروانہ لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی کہ اس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا۔ لواحقین نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا۔ دوسرے دن دیکھا تو وہی پروانہ قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت پر یہ مرقوم تھا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے دعا کی التماس کی کہ خدا تعالیٰ مجھے اتنا کچھ عطا کر دے کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کرے۔ چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کئے لیکن جب اکاونواں حج کرنے کے لئے مقام حجفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواہش کی جونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تند و تیز موجیں اسے بہا کر لے گئیں اور وہ انہی میں ڈوب گیا۔ (شواہد النبوت 338)

انتقال

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری کے متعلق (Autobiographical) بیان کیا جاتا ہے کہ آخری عمر تک عبادت وگریہ وزاری میں مگن رہتے تھے۔ آخر کار ایک دن فانی جہاں سے بروز سوموار نصف رجب المرجب 148ھ (اور ایک قول کے مطابق جو مشہور ومعروف ہے 22 رجب المرجب کا ہے) کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف جنت البقیع مدینہ طیبہ میں اپنے والد سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ اور جد امجد سیدنا امام زین العابدین اور تایا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہے۔

اولادو امجاد

آپ رضی اللہ عنہ کی اولادو امجاد میں چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔

صاحبزادے

(۱) اسماعیل

(۲) عبداللہ

(۳) اسحاق

(۴) محمد

(۵) علی

(۶) موسیٰ

اور صاحبزادی

(۷) ام فردہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

واضح رہے کہ حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ کی شاخ ان سے ہے۔ (سعادت الکونین 198)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے 22 رجب المرجب کو بنام کونڈے دے کر حلوہ پوریاں تیار کروائی جاتی ہیں جن میں چند شرطیں بھی لگائی جاتی ہیں۔ مثلاً ہماری محفل میں وہ شخص بیٹھے گا جو کہ جھگڑنے والا نہ ہو۔ چغل خور نہ ہو، اسی محفل میں بیٹھ کر کھانے والا ہو باہر نہ جانے والا، طلوع آفتاب سے پہلے پہلے پڑھ لیں۔ اگر ان کا یہ مقصد ہو کہ جو ہم نے شرطیں لگائی ہیں انہیں پورا کئے بغیر ایصال ثواب جائز نہیں تو یہ ان کی جہالت ہے اور ان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایصال ثواب کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائیں وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ تاہم اس کا کوئی خاص وقت مقرر کرنا کہ اس وقت اگر ایصال ثواب ہو گیا تو جائز ورنہ ناجائز ہو جائے گا تو یہ شرطیں باطل ہیں۔ اسی طرح کونڈوں کے موقع پر ایصال ثواب کے لئے شرعاً طعام کی بھی کوئی مخصوص مقدار مقرر نہیں اور نہ ہی کونڈے از روئے شرع بائیسویں رجب کے ساتھ خاص ہیں بلکہ وہ اس سے پہلے اور بعد میں بھی جائز ہیں لیکن اگر ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو تو پھر اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ جیسے کوئی شخص وقت مقرر کرتا ہے کہ فلاں وقت میں ختم شریف پڑھا جائے گا تو یہ ان کے لئے آسانی کا باعث ہے تاکہ مزید انتظار کی ضرورت نہ ہو۔

کونڈے کیونکہ ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کا جائز ہونا قرآن وسنت سلف وصالحین کے قول وعمل بلکہ خود کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) سے بھی ثابت ہے پس ایصال ثواب کا جائز ہونا کونڈوں کے جواز اور اثبات کی دلیل ہے۔

کونڈے کا چونکہ دوسرا نام ایصال ثواب ہے اس لیے ان کو میں قرآن وحدیث سے ثابت کرتا ہوں۔

قرآن مجید سے دلائل:

کونڈوں میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور وہ کسی شخص کو یا برگزیدہ بزرگ علیہ الرحمہ یا تو گناہ گار کے گناہوں کی مغفرت یا کسی بزرگ کو ایصال ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

''فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' (پارہ 8، الانعام 119)

''پس کھاؤ تم جس پر اللہ تعالیٰ کا نام (ختم) پڑھا گیا ہو۔''

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس پر بھی اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لیا جائے اس کو کھانا جائز ہے۔ دیکھو پہلے کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لو اور وہ بھی اس وقت جب تمہارے سامنے کوئی چیز موجود بھی ہو تو گویا اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ اے لوگو! اے میرے ماننے والو تم پہلے میرا نام بلند کیا کرو بعد میں اس چیز کو کھالیا کرو کیونکہ جب میرا نام لیا جاتا ہے تو وہ چیز پاک ہو جاتی ہے اور اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں رہتا۔ تمہارے لئے وہ چیز حلال ہے تو گویا رے جب ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو آگے کوئی چیز رکھی جاتی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جاتا ہے پھر کسی شخص یا برگزیدہ ہستی کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کونڈے میں حلوہ پوریاں پکا کر اور ان کو چھوٹے چھوٹے پیالوں میں رکھ کر اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جانا اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرنا ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کرنا ہے اور جو گستاخ نہ مانے اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی مخالفت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حکم فرما رہا ہے کہ جب تم کھاؤ تو میرا نام بلند کر لیا کرو تمہارے لئے وہ چیز حلال ہے جبکہ گستاخوں کے نزدیک وہ چیز حرام ہے۔ کیا مخالفت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے کہ حلال چیز کو حرام کیا جا رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' (پارہ 26، محمد 19)

"اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت مانگو۔"

اس آیت کی تفسیر میں میرے آقا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کنز الایمان میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ اس امت پر اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفیع مقبول الشفاعت ہیں اس کے بعد مومنین وغیرہ مومنین سے عام خطاب ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما رہا ہے کہ اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت مانگو تو یہاں پر اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ آپ ان کی مغفرت مانگو وہ بھی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما رہا ہے تو معلوم ہوا کہ گستاخو ایصال ثواب کا فرمانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ایصال ثواب کرنا میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مسلمان بھی ایصال ثواب کر کے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ کر رہے ہیں کیونکہ گستاخوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ایصال ثواب کریں اور یہ بھی پتہ ہے کہ ہمارا حشر کہاں ہوگا اور ہمارے باپ دادا کا حشر کہاں ہوگا اس لئے ایصال ثواب کرتے ہی نہیں۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کونڈے چونکہ ایصال ثواب کا دوسرا نام ہے اور مسلمان کونڈے بھی ایصال ثواب اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو یاد کرتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرتے ہیں لہذا کونڈے کرنا جائز ہوا۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" (پارہ 28، الحشر: 10)

''اے ہمارے رب ہمیں بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔''

دیکھو!

اس آیت میں بھی صراحۃ جا رہا ہے کہ ہمیں بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے تو یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کی جا رہی ہے کیونکہ وہ ہمارا خالق ہے۔ موت و حیات کا مالک ہے۔ تو اسی طرح مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کی مغفرت یا ولی اللہ (Saint) کیلئے ایصال ثواب کرتے ہیں چاہے وہ کونڈوں کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں ہو جیسے چہلم قل خوانی وغیرہ۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

''رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ''

''اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔''

ملاحظہ فرمائیے کہ

اس آیت کریمہ میں بھی ان کو ایصال ثواب کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب بھی کوئی چیز ایصال ثواب کے لئے پکائی جاتی ہے تو اس پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جاتی ہے۔ اگر و، پیز والدین کے ایصال ثواب کے لئے پکائی جاتی ہے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مغفرت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی دعا کی جاتی ہے۔ اگر بھائی کے لئے تو بھائی کی مغفرت و شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی جاتی ہے۔ اگر رشتہ داروں کے لئے تو ان کی مغفرت و شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی طرح جب ان کو ایصال ثواب کرنا جائز ہوا تو بدرجہ اولیٰ ہمارے میٹھے میٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو بھی ایصال ثواب کرنا جائز ہوا۔

ارے ہم تو بے کس و بے سہارا (Lorn) نہیں ہیں۔ ہمارا خالق یہ ہی فرماتا ہے کہ

تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

"تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

ہم تو اچھی قسمت والے ہیں کہ ہمارا خالق۔ ہمارا پیارا پیارا اللہ تعالیٰ حسن و جمال والا مالک خود ہی ارشاد فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو تم میری بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر تو دیکھو، تم میری بارگاہ میں آنسو بہا کر تو دیکھو، تم میری بارگاہ میں وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ کر تو دیکھو۔ جب مانگو گے تو جو مانگو گے وہی عطا کیا جائے گا۔

تو دیکھئے!

دعا کا حکم کون فرما رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ۔

کس کو فرما رہا ہے؟

اپنے بندوں کو۔

کیوں فرما رہا ہے؟

میرے بندے پریشان حال میں ہوتے ہیں ان کی کوئی سننے والا نہیں ہوتا وہ غمگین (Lugubrious) ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں اے راہ بھٹکنے والے کہاں پھر رہے ہو میں تو موجود ہوں تو میری بارگاہ میں ہاتھ تو اٹھا پھر دیکھنا تم پر میری عنایت کی رحمت چھا جائے گی اور تیری ہر دعا مقبول ہوگی۔ تو مسلمانو! یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص کوئی چیز پکا کر چاہے وہ برسی کی صورت میں ہو یا چالیسویں کی صورت میں ہو چاہے وہ کونڈوں کی صورت میں ہو وہ اپنے بزرگوں کو ایصال ثواب کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگے تو وہ دعا مقبول ہوتی ہے۔

اسی لئے مسلمان 22 رجب المرجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے

ایصال ثواب کے لئے حلوہ پوریاں پکاتے ہیں اور ان کے وسیلے سے اپنی پریشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں تو ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

''وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا''

''اور مومنو کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔''

تو ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جب ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو انسان باامید ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اسی طرح دعا کی مقبولیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

''اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ''(البقرہ،2،186)

''میں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے''

فائدہ:

(1) اس آیت کریمہ میں حرف ''اذا'' جو ظرف زمان کا ہے کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے اس بارگاہ سے جب چاہو مانگو۔ اس میں صبح و شام انفرادی و اجتماعی خلوت و جلوت کی کوئی قید نہیں جس حالت میں بھی مانگو ''اذا'' کا تقاضہ ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

(۲) عربی کا قاعدہ ہے کہ جہاں عامل ہو معمول نہ ہو، یا صفت ہو موصوف نہ ہو وہاں عموم مراد ہوتا ہے۔

اب اس قاعدے کو سامنے رکھ کر مخلص (Loyal) طریقے سے دوبارہ پڑھئے۔ اس میں فقط دعا مانگنے اور دعا قبول کرنے کا ذکر ہے کیا مانگے کس لئے مانگے اپنے لئے یا غیر کے لئے زندوں کے لئے یا فوت شدگان کے لئے کوئی قید نہیں ہے۔ یعنی جس کے لئے

بھی دعا مانگو گے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں قبول فرمائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی دعا مانگنے والے کی دعا کو رد نہیں فرماتا اور مانگنے والے کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا بلکہ اس کی دعا و پکار کو سنتا ہے۔(تفسیر القرآن العظیم 1-296)

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہٖ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا"

(ترمذی 2-196)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب حی و کریم ہے۔ وہ ناپسند فرماتا ہے اس چیز کو کہ جب اس کا بندہ ہاتھ اٹھا کر اس سے مانگے وہ خالی ہاتھ لوٹا دے۔"

ملاحظہ فرمایئے۔

کہ یہ بات مقید (Limited) ہے کہ بندہ ہاتھ اٹھائے ضرور اس کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے۔

دعا کی تحقیق

دعا کا حکم اور دعا چھوڑنے سے ممانعت

حضرت شاہ بغداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ نہ کہو کہ میں خدا سے دعا نہیں مانگتا اس لئے کہ اگر وہ چیز میری قسمت میں ہے تو مل جائے گی۔ سوال کروں یا نہ کروں اگر وہ میری قسمت میں نہیں تو میرا سوال مجھے نہیں دے سکتا یعنی پھر سوال کیوں کروں بلکہ دنیا و آخرت کی بھلائی ہے جس چیز کی ضرورت یا خواہش ہو اس کا سوال کرو جب کہ وہ چیز حرام یا باعث نساد نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں

مانگنے کا حکم دیا ہے اور ترغیب دلائی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا

اور فرمایا

وَاسْئَلُو اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اسئلو اللہ وانتم موقنون بالا جابۃ

اللہ تعالیٰ سے اس حال میں مانگو کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو

اور فرمایا

اسئلو اللہ ببطون اکفکم

اللہ تعالیٰ سے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے مانگو

مثنوی شریف میں ہے

من ہمیدانم کہ میخواہد دلش — تابود غوغا بگرد منزلش

میکنم چنداں فغاں در حضرتش — تافرود آید زبالا رحمتش

چیست ادعونی کدام رست اسألوا — گرنمیخواھد گریان ترا غلو

آہ گریہ بردرش چنداں کنم — تابخود آں غنچہ را خنداں کنم

ترجمہ: میں جانتا ہوں معشوق ومحبوب کا دل چاہتا ہے کہ اس کے گھر کے اردگرد شوروغوغا رہے۔ میں اس کی بارگاہ میں اس قدر آہ وفغاں کروں گا کہ اوپر سے اس کی رحمت نازل ہوگی۔ ادعونی کیا ہے اسألو کیسا گروہ فقیر و منگتوں کا زیادہ آہ وپکار کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تو اس کے دروازے پر اس

قدر آہ وزاری کروں گا کہ اس غنچہ کو خود بخود خنداں (مسکرانے، ہنسنے، خوش ہونے والا) کر دوں گا۔

اور فرمایا

تو یہ نہ کہہ کہ میں اس سے مانگتا ہوں تو وہ مجھے دیتا نہیں تب تو میں اس سے مانگتا نہیں ہوں۔ بلکہ اس سے دعا کرنے میں ہمیشگی اختیار کر۔ کیونکہ (جو تو نے مانگا) وہ اگر تیری قسمت میں ہوگا تو تیرے مانگنے کے بعد وہ اسے تیری طرف چلا دے گا۔ اس طرح ایمان، یقین، توحید، مخلوق سے سوال ترک کرنا، تمام احوال میں اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنی حاجات کو اسی سے پوری ہونے میں یقین کو زیادہ کرے گا۔

مثنوی شریف میں ہے

دل زحرص و مدعا خالی شدہ	ذوق عجز و بندگی حالی شدہ
گر اجابت کردشاں فھو المراد	ورنہ بادیدار نقد آیند شاد
ہیچ نبود از دعا مطلوب شاں	جز سخن کردن باآں شیریں زباں
دور کند رُو لذت آں بیشتر	بہر تقریب سخن بار دگر

ترجمہ: دل لالچ وحرص سے خالی ہو چکا۔ عاجزی و بندگی کی لذت و ذوق میرا حال ہو چکا ہے۔ اگر قبولیت ہوگئی تو یہ ہی مراد ہے ورنہ دیدار نقد سے خوشی حاصل ہوگی۔ دعا سے ان کا مطلوب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس میٹھی زبان والے محبوب سے کوئی بات کریں۔ وہ چہرہ مبارک کو دور کر دیتا ہے تو اس کی لذت دوبارہ گفتگو کے قرب کے لئے اور زیادہ ہوتی ہے۔

پھر مزید فرمایا

اور اگر وہ مانگی گئی چیز قسمت میں نہ ہو تو تجھے اس سے بے نیازی اور اللہ پاک سے فقر میں (رضامندی) عطا کرے گا۔ پھر جب فقیری یا بیماری ہوگی تو دونوں سے تجھے راضی کر دے گا۔ اور اگر قرض (Lown) ہو تو وہ قرض والے کے دل کو پھیر دے گا کہ

برے انداز سے مطالبہ کرنے کی بجائے نرمی، تاخیر اور آسانی سے مطالبہ کرے گا حتیٰ کہ تجھے آسانی ہو یا تجھ سے اسے معاف کرنے یا کم کرنے کی طرف پھیر دے گا۔ پھر اگر وہ قرض تجھ سے دنیا میں ساقط و معاف نہ کرے اور نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جو تیرے مانگنے سے دنیا میں نہ دیا آخرت میں عظیم ثواب عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ رحیم و کریم وغنی ہے۔ دنیا و آخرت میں مانگنے والے کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا لہٰذا کوئی نہ کوئی فائدہ اور پانا ضرور ہے یا دنیا میں (جلدی) یا آخرت میں (دیر سے)

اور حدیث شریف میں آیا ہے

ان المومنين يرى فى صحيفته يوم القيمة حسنات لم يعملها ولم يدربها فيقال له انها بدل مسئلتك التى سألتها فى دار الدنيا

ترجمہ: بے شک ایمان دار قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں کچھ نیکیاں دیکھے گا جو اس نے نہ کی ہوں گی اور نہ جانتا ہوگا تو اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اس سوال کا بدلہ ہے جو تو نے دنیا میں کیا تھا۔

یہ اسی لئے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اور اس کو ایک ماننے والا اور چیز کو اس کی جگہ رکھنے والا، حقدار کو اس کا حق دینے والا اپنے مول و قوت سے الگ ہونے والا، تکبر اور بڑائی اور شرم کو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ نیک اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا ثواب ہے۔

فرمایا کہ

بلہ نومید نباشی گرت آں یار براند
گرت امروز براند نہ کہ فردات نجواند

ترجمہ: ہاں اگر محبوب وحبیب دروازے سے دور کرتا ہے تو نا امید نہ ہو اگر آج دور کرتا ہے تو کل ضرور بلا لے گا۔

یہی تو وجہ ہے کہ
دعا کو عبادت کا مغفر کہتے ہیں کیونکہ مذکور معانی کو مشتمل ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری عبادت کرنے سے تکبر کرے گا اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ یہاں عبادت سے مراد دعا ہے۔ جیسا کہ آیت کے سیاق کی دلالت ہے اور یہ دلالت دعا کے مستحب ہونے میں تاکید و مبالغہ پر ہے اور دعا کو چھوڑنے پر وعید و دھمکی پر بھی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر (دعا نہ مانگنا) بطریق عار و تکبر ہو تو یہی حال ہوگا۔ البتہ اگر ادب، عزت و اکرام اور اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ و علم کے سپرد کرنے سے دعا نہ کرتا ہو تو یہ ایک دوسرا مقام ہے اور اس قوم کے کئی احوال ہیں۔ کبھی دعا کرتے ہیں کبھی خاموشی اختیار کرتے ہیں کبھی اشارہ کنایہ سے دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہو طلب کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک سوال کی قسم ہی ہے کہ زبان سے رمز و اشارہ اور کبھی خاموشی میں اس مسئلہ میں گفتگو سے بالاتر ہوتی ہے۔ اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کے احوال و افعال سے منقول ہے۔

(مظہر لاریب شرح فتوح الغیب: 460 تا 465)

لہٰذا دعا کا مطلقاً با مقصد ہونا (Purposefulness) چاہے کسی چیز کے لئے بھی مانگی جائے جائز و مستحسن ہے اور یہ بھی اظہر من الشمس ہوا کہ کونڈے کو سامنے رکھنا اور اس پر دعا مانگنا جائز ہوا کیونکہ مقصد دعا مانگنا ہے چاہے جس حالت میں بھی مانگی جائے۔

دعا افضل ہے یا خاموشی

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس قوم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ سوال و دعا افضل ہے یا خاموشی و رضامندی، بعض کا خیال و رائے یہ ہے کہ دعا افضل ہے۔ اس لئے کہ دعا بذات خود عبادت ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدعاء مخ العبادة

دعا عبادت کا مغز ہے

لہذا عبادت کرنا چھوڑنے سے افضل و اولیٰ ہے پھر اسے قبول کرنا حق تعالیٰ پروردگار عالم کا حق ہے۔ اگر اس کی قبولیت بندے کا نصیب نہ ہو اور اپنی خواہش وحصہ نہ پہنچے تو نقصان نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ بندہ حق ربوبیت کو قائم کرتا ہے اور دعا سے مقصود بندے کا اپنے فقر وفاقہ اور محتاجگی کو ظاہر کرنا ہے اور وہ حاصل ہو چکا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ خاموشی اور نا مانگنا حکم کے جاری ہونے اور سابقہ قضاو اختیار مولی پر راضی ہونے کے تحت ہے جو بہت بہتر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پروردگار جہاں فرماتا ہے جس کسی کو میرا ذکر مانگنے اور دعا کرنے سے روک رکھے میں اس کا سوال کرنے والوں کو جو دیتا ہے اس سے زیادہ عطا کر دیتا ہوں۔

اور ایک گروہ کہتا ہے کہ

بندے کو چاہئے کہ زبان سے دعا کرنے والا ہو اور دل سے مقام رضا میں ہوتا کہ دونوں فضیلتوں کا جامع ہو اور زیادہ بہتر وہ ہے جو کہا گیا ہے کہ اوقات مختلف ہیں۔ بعض حالتوں میں دعا بہتر ہے اور بتقضائے کے وقت ادب بھی اسی میں ہے اور بعض حالتوں میں دعا مانگنے سے خاموشی بہتر ہوتی ہے اور اس وقت میں تقاضائے ادب یہی ہے اور اس معنی ومفہوم کی شناسائی واقفیت بھی وقت میں ظاہر ہوتی ہے جیسے وقت کا علم فرصت میں ہی ہوتا ہے تو اگر دل سے دعا کی طرف اشارہ پائے تو دعا بہتر ہے اور اگر خاموشی کا اشارہ پائے تو خاموشی بہتر ہے اور اگر دعا سے ذوق، سکون اور حضوری وقت میں پائے تو دعا زیادہ بہتر ہے اور اگر نظر اپنے دل پر پڑے اور دعا کے وقت میں خستہ وآزردہ دلی، زاری وقبض اس پر غالب ہو اور گھر کر گئی ہو تو اس وقت دعا کو چھوڑ دینا اولیٰ ہے۔ اور اگر نہ کشادگی زیادہ ہوتی ہے نہ ہی قبض تو اس صورت میں دعا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے

نیز اگر اس وقت میں حکم علم غالب ہو تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ دعا عبادت ہے اور اگر غالب حال معرفت ہے تو سکون و خاموشی بہتر ہے۔ نیز یہ بھی کہنا درست ہوتا ہے ہر وہ چیز جس میں مسلمانوں کا حصہ ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا حق ہے، وہاں دعا کرنا زیادہ بہتر ہے اور جس دعا میں نفس کا حصہ و نصیب ہو خاموشی بہت بہتر ہے۔

(مظہر الاریب شرح فتوح الغیب 283)

اللہ تعالیٰ ضامن دعا ہے

دعا کرنے کے وقت بندہ یا بندہ کی خواہش کے ساتھ قبولیت دعا کی کوئی قید نہیں اور اللہ تعالیٰ قبول و اجابت کا جس وقت میں چاہے اور جیسے چاہے ضامن ہو چکا ہے۔ اس وقت میں وہ ضامن نہیں جس وقت بندہ چاہے نہ اس طرح جس طرح بندہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے اختیار پر چھوڑنا بندہ کے اختیار پر چھوڑنا نہ ہی حقیقت میں بندہ کی اصلاح و بھلائی ہے کیونکہ بندہ نادان ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کی بھلائی کیا ہے کس چیز میں ہے اور کبھی قبولیت مانگی گئی چیز کی مثل عطا کرنے کے ساتھ ہوتی ہے کہ یہ ہی زیادہ مانگنے والے کے حال کے مناسب و موافق ہے۔

ایک کسان بادشاہ کے پاس آتا ہے اور عربی گھوڑے کا سوال کرتا ہے۔ بادشاہ اسے ہل چلانے، کاشتکاری کے لئے گائے دیتا ہے یہ نہ کہیں گے کہ بادشاہ نے اس کے سوال کو قبول نہیں کیا۔ کیا ہے مگر اس سے بہتر جو مانگنے والے نے مانگا کبھی قبولیت مانگی گئی چیز کی مثل کسی تکلیف دہ چیز کو روک کر بھی ہوتی ہے۔ اور دعا بظاہر (Perceptibly) جب بندہ مانگتا ہے تو ہاتھ اٹھاتا ہے یا دل میں مانگتا ہے لیکن اگر وہ توکل سے مانگتا ہے تو ضرور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ چاہے کسی ولی اللہ کا وسیلہ پیش کر کے بھی مانگے۔ اگرچہ وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنائے تب بھی دعا مقبول ہوگی۔

تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کرنا جائز ہوا اس صورت میں کہ جب

کسی فوت شدگان کو یا زندوں کو ایصال ثواب کیا جائے اور کوئی چیز پکا کر اس پر دعا کر کے بانٹ دی جائے تو وہ مقبول ہوتی ہے۔

تو کونڈوں میں بھی اسی طرح کیا جاتا ہے کہ حلوہ پوریاں پکا کر ان پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا کونڈے کرنا بھی جائز ہوا۔

قرآنی آیات سے ثابت کرنے کے بعد اب احادیث مبارکہ سے اثبات کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ الکبریٰ کو ایصالِ ثواب کرنا:

"عن عائشة رضي الله عنها قالت ما غرت على احد من نساء النبي صلى الله عليه وسلم ماغرت على خديجة وما رايتها ولكن كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر ذكرها وربما ذبح الشاة يقطعها اعضاء ثم يبعثها في صداق خديجة"

(بخاری، کتاب المناقب، 1-539)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے ہیں اور بس اوقات جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے اعضاء کو علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والی عورتوں کیلئے بھیجتے۔'

فائدہ:

اس حدیث سے یہ بات واضح (Explict) ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ کیلئے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے تھے اور بکری ذبح کر کے آپ رضی اللہ عنہا

کے ملنے والوں کے گھر بھجوا دیتے۔

تو اسی طرح مسلمان بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی چیز پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں لہٰذا کونڈے کرنا جائز ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابی کی والدہ کیلئے ایصال ثواب پر گواہ بننا:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رجلًا قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امہ توفیت افینفعھا ان تصدقت عنھا ؟ قال نعم۔ قال فان لی مخرفا فاشھدك انی قد تصدقت بہ عنھا" (سنن نسائی، کتاب الجنائز: 133:2)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس کی ماں فوت ہوگئی ہے اگر وہ اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرے تو اس کو نفع حاصل ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ وہ شخص کہنے لگا! حضور میں آپ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں اپنا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔"

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عمل خیر پر گواہ بنانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر گواہ بننا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنا میت کو فائدہ دیتا ہے۔ اور صحابی کو بہت (enourmous) زیادہ یقین تھا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا ہے اسی طرح ہوگا اور میری والدہ کو ضرور ایصال ثواب پہنچے گا۔

اسی طرح کونڈے میں بھی مسلمان یہ نیت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اس کا ضرور ثواب پہنچے گا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانا:

"ان سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ توفیت امہ وھو غائب عنھا

قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امتی توفیت و انا غائب "عنھا اتنفعھا شیء" ان تصدقت بہ عنھا ؟ قال نعم۔ قال فانی اشھدك ان حائطی المخراف صدقة علیھا"

(بخاری کتاب الوصایا 1-286)

''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ وہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں اس وقت حاضر نہ تھا اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ وخیرات کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں عرض کیا پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔''

اس حدیث کی شرح میں مولوی احمد علی سہارنپوری صاحب لکھتے ہیں۔

"ان ثواب الصدقة عن المیت یصل الی المیت ونفعه"

''میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کا ثواب اور نفع میت کو پہنچتا ہے''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محبت کا تقاضہ بھی والدین کے ساتھ یہی ہے کہ ان کو ایصال ثواب کیا جائے۔ اگر چہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ لہذا جب صحابی کی والدہ انتقال فرما چکیں تو صحابی ان کو نہ دیکھ سکا اور نہ حاضر تھا اس نے ایصال ثواب کی نیت سے باغ صدقہ کر دیا تو مسلمان بھی صحابی کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب بنام کونڈے دے کر کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والدین کے ایصال ثواب کیلئے وصیت کرنا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل بقی علی من بر والدی شیء ابرھما بہ بعد موتھما ؟ قال نعم! اربع خصال

بقیت علیك الدعاء و الا استغفار لهما وانفاذ عهدهما و اکرام صدیقهما وصلة الرحم التی لا رحم لك الامن قبلهما"

(احکام تمنی الموت 65)

''ایک شخص آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین کا انتقال ہو گیا ہے کیا اب ان کے لئے کوئی نیکی کی صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! چار چیزیں تجھ پر باقی ہیں۔ان کے لئے دعا، استغفار کرنا، ان کے وعدے پورے کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور ان کے پیدا کئے ہوئے رشتوں کو برقرار رکھنا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی (endowment) بعداز وفات مردوں کو فائدہ دیتی ہے جب بھی کوئی شخص اپنے بڑوں کو بھیجے چاہے وہ کسی صورت میں بھی ہو۔ حلوہ پوریاں پکائی جائیں یا کھیر پکائی جائے یا باغ صدقہ کیا جائے یا مدارس بنوا کر دیئے جائیں ان کو ضرور فائدہ ملتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ مرنے والا دعا کی انتظار میں رہتا ہے:

"عن عبداللّٰه ابن عباس رضی اللّٰه عنه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما المیت فی قبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة ملحقهٗ من اب اوام اواخ او صدیق فاذا تلحقه کان احب الیه من الدنیا وما فهیا و ان اللّٰه تعالیٰ لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال و ان هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم"

(مشکوٰۃ شریف، باب الاستغفار والتوبہ 1-206)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والا قبر میں ڈوبنے والے اور فریاد کرنے والے کی طرح ہے جو کہ دعا کی انتظار میں ہوتا ہے۔ جو اسے ماں، باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان میں سے کسی کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس میت کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ضرور اہل قبور کے لئے داخل کرتا ہے۔ اہل زمین کی دعائیں پہاڑوں کی مانند بنا کر اور بے شک زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے استغفار ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جو مردہ قبر میں دعا کا منتظر رہتا ہے کہ مجھے ان کی طرف سے کوئی خبر پہنچے جو اسے ماں باپ بھائی یا دوست بھیجتے ہیں۔ یہ دلیل عظیم الشان (superb) ایصال ثواب پر دلالت کرتی ہے لہٰذا ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اعمال ثلاثہ کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلاثۃ الامن صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ"

(مسلم شریف کتاب الوصلہ 41:2)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین اعمال منقطع نہیں ہوتے۔ صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔ انسان کے مرنے کے بعد کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا اجر و ثواب منقطع نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے۔''

فائدہ

(1) صدقہ جاریہ:

مسجد، مدرسہ، ہسپتال، یتیم خانہ، لائبریری وغیرہ یا طالب علم کو دینی کتابیں لے کر دینا کہ جب تک وہ پڑھے گا اور پڑھائے گا اور پھر وہ آگے شاگرد بنائے گا پھر اسی طرح قیامت تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور اسی طرح لے کر دینے والے کو ثواب ملتا رہتا ہے۔

(2) علم نافع:

کسی شخص کو مرنے والے نے علم سے روشناس کرایا تھا۔ قرآن پاک، حدیث مبارکہ، فقہی مسائل دیگر دینی مسائل سکھلائے، جب تک وہ پڑھتا رہے گا عمل کرتا رہے گا مرنے والے کو قبر میں اس کا اجر و ثواب پہنچتا رہے گا۔

(3) نیک اولاد:

نیک اولاد کی دعا خواہ وہ اجتماعی ہو یا انفرادی، خلوت میں ہو یا جلوت میں۔ ہر حال میں اولاد کی دعا، والدین کو فائدہ دیتی ہیں۔

لہٰذا یہ تمام محافل، گیارہویں، ختم قل، چہلم، سالانہ، کونڈے وغیرہ کرنا جائز ہے۔ اور یہ بات تصدیق یقین ہے کہ ان کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دعا بلندی درجات کا سبب ہے:

"عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان الرجل لترفع له الدرجة فی الجنة فیقول یا رب انی لی هذه فیقال باستغفار ولدك لك"

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب 260)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے جنت میں درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ وہ بندہ کہتا۔ ہے اے میرے رب! میرے لئے بلندی کہاں سے آگئی ہے؟ پس کہا جاتا۔ ہے کہ تیرے بچے کی تیرے لئے استغفار کی وجہ سے۔''

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ باطل (superstition) عقیدے والے اپنے دلائل میں باطل ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کرنا ناجائز ہے جبکہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تیرے بچے کی تیرے لئے استغفار کی وجہ سے ہے جو کہ اس نے تمہیں بھیجا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت جب اٹھے گی تو بوجہ ایصال ثواب گناہوں سے پاک ہوگی:

"قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها و تخرج من قبور ها لا ذنوب علیها تمحص عنها باستغفار المومنین لها" (شرح الصدور 307)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت امت مرحومہ ہے یہ قبروں میں داخل ہوگی گناہوں کے ساتھ اور اپنی قبور سے نکلے گی اس طرح کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ ان کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا مومنوں کے استغفار کے سبب''

لہٰذا ایصال ثواب کرنا اگرچہ کونڈے کا نام بھی دیا جائے تو جائز ہے۔

مومن و مسلم کو ثواب پہنچتا ہے:

"عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان العاص ابن وائل اوصی ان یعتق عنه مائة رقبة فاعتق ابنه هشام" خمسین

رقبة فاراد ابنه، عمرو ان يعتق عن الخميسن الباقية فقال حتى اسال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ابي اوصى يعتق مائة رقبة و ان هشاما اعتق عنه خميسن و بقيت عليه خمسون رقبة افاعتق عنه؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لو كان مسلما فاعتقتم عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه بلغه ذالك" (ابوداؤد کتاب الوصایا 43:2)

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں۔ چنانچہ اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیئے پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن عاص نے ارادہ کیا کہ اس کی طرف سے باقی پچاس غلام آزاد کر دے تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر ہی ایسا کروں گا۔ چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں۔ ہشام نے اس کی طرف سے پچاس آزاد کر دیے ہیں اور پچاس باقی ہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے غلام آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اگر مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے تو اسے ایصالِ ثواب پہنچ جاتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں ایک قانون ارشاد فرمایا ہے۔ مرنے والا مومن و مسلم ہو تو دعا و استغفار، صدقہ وخیرات اس کو نفع دیتا ہے اور اگر مومن و مسلم نہیں ہے تو

(۱) اس کے لئے دعاواستغفار کرنا ناجائز ہے۔

(۲) اگر اس کے لئے جہالت ولاعلمی کی وجہ سے دعا کردی جائے تو اس دعاو استغفار کا فائدہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے دیوبند مکتبہ فکر کے فاضل مولوی محمود الحسن محدث دیوبندی لکھتے ہیں۔

"انه لو كان مسلما دل علما ان الصدقة لا ينفع الكافر ولا تنجيه و على ان المسلم، ينفعه العبادة المالية و البدنية"

(حاشیہ ابوداؤد تحت الحدیث مذکورہ بالا)

''لو کان مسلماً یہ دلالت کرتا ہے کہ صدقہ کافر کو فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی نجات اور یہ یعنی (لوکان مسلماً) دلالت کرتا ہے اس پر کہ عبادات مالیہ اور عبادت بدنیہ فائدہ دیتی ہیں مومن ومسلم کو

"كان صلى الله عليه وسلم يقول تنفع الصدقة و الصوم كل من اقر لله التوحيد و مات على ذالك"

(کشف الغمہ عن جمیع الامۃ 274:1)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے صدقہ وخیرات اور روزہ ہر اس شخص کو فائدہ دیتا ہے جو اللہ کے واحدہ لاشریک ہونے کا اقرار کرے اور اسی حال میں فوت ہوجائے۔''

تو چونکہ مسلمان بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد میں صدقہ وخیرات کرتے ہیں کونڈوں کی صورت میں تو یہ جائز ہے اور اس دن مسلمانوں کی یہ دلی خواہش (Yearn) ہوتی ہے کہ وہ کونڈے کا نام دے کر کھیر پکائیں یا حلوہ پوریاں پکائیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر تقسیم کردیں تو بھی جائز ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا طشتری میں صدقہ وخیرات مرنے والے کو پیش کرنا:

"عن انس رضی اللہ عنه سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ما من اهل میت یموت منهم میت یتصدقون عنه بعد موته الا اهدا هاله جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق هذه هدیة اهداها الیك اهلك فاقبلها فتدخل علیه ففرح بها ویستبشر و یحزن جیرانه الذی لا یهدی الیم شیء"

(شرح الصدور 308)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والے کے ورثاء مرنے والے کی طرف جو صدقہ وخیرات کرتے ہیں تو سید الملائکہ جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ اس ہدیہ کو نور کی طشتری پر رکھ کر قبر کے کنارے پر کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں۔ اے صاحب قبر اٹھ یہ تیرا ہدیہ ہے جو تیرے اہل والوں نے تیری طرف بھیجا ہے پس وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور خوش وغمگین ہوتا ہے اس کا وہ ہمسایہ جس کی طرف کوئی چیز ہدیہ نہیں کی جاتی ہے۔

فائدہ:

تو معلوم ہوا کہ فی الفور وہ صدقہ یا خیرات جس کو بھیجا جاتا ہے اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے مسلمان کونڈے کی صورت میں ایصال ثواب کرتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوتے ہوں گے۔

پانی کے ذریعے ایصال ثواب

"عن سعد بن عبادة انه قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحضر بئراء و قال ھذہ لام سعد"

(سنن ابوداؤد ج اص 236)

"حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کی والدہ فوت ہوگئیں پس کس چیز کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی، انہوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔"

فائدہ:

دنیا میں والدین، عزیز و اقارب اور بزرگوں کے جو ہم پر احسانات ہیں ان کے وصال کے بعد ان سے حسن سلوک ان کو یاد کرنے اور احسانات کا بدلہ چکانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کیا جائے۔ اس بات کو سمجھنا (Comprehent) ضروری ہے کہ آج کے ہمارے اس دور میں دیہاتوں میں لوگ مسافروں کے راستوں میں ہینڈ پمپ لگاتے ہیں تاکہ گزرنے والے مسافر وہاں سے پانی پی کر اپنی پیاس بجھا سکیں اور شہروں میں ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے والدین یا دیگر عزیزوں کے ایصال کے لئے مساجد میں، گزرگاہوں پر اور جگہ جگہ ٹھنڈے پانی کے لئے الیکٹرک واٹر کولر اور سبیلیں لگاتے ہیں۔ یقیناً یہ عمل ایصال ثواب کا باعث ہے اور اس کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ جب ختم پڑھا جاتا ہے تو پانی سامنے رکھ دیا جاتا ہے پھر یہ بھی ایصال ثواب فاتحہ خوانی (commemoration) کی صورت میں جائز ہوا کیونکہ کونڈے ایصال ثواب کا دوسرا نام ہے اور وہ کسی طریقے سے بھی ہو لہٰذا کونڈے کرنا جائز ہوا۔

تمام احادیث مبارکہ سے اور قول اصحاب کرام علیہم الرضوان سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کرنا جائز ہوا جو کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایصالِ ثواب کسی بھی بزرگ کو کیا جاتا ہے اس میں کسی کو مقید نہیں کیا گیا اور نہ ہی وقت کو مقرر کیا گیا کہ فلاں وقت ایصال ثواب کا اہتمام کیا کرو۔ لہٰذا جو مسلمان ایصال ثواب کو بنام کونڈے دے کر اگر کسی وقت بھی کرتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ مقصد تو ایصال ثواب کرنا ہے اور نام کوئی بھی دے سکتے ہیں۔ اگر وہ تھوڑا سا خرچ بھی کرے یا زیادہ خرچ اس کی اپنی مرضی سے ہے اگر وہ چیز چاہے پیالوں میں رکھے یا پلیٹوں میں رکھے ان کی اپنی مرضی پر ہے۔ مقید نہیں کیا جائے گا لیکن جو کم ظرف لوگ ہیں۔ وہ وقت کو مقید کرتے ہیں اور ساتھ باطل شرطیں لگاتے ہیں تو یہ جہالت ہے مثلاً یہ کہنا اذانوں سے پہلے یہ کام ختم کرنا ہے تو یہ ان کی جہالت ہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بعد بزرگوں کے قول سے ثابت کرتا ہوں کہ ایصال ثواب کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ کیونکہ آج کے گستاخوں نے تو اس کو حرام بھی کہا ہے جبکہ ان کے متقدمین کا اس پر عمل تھا۔

(1) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

"(۱) باب وصول ثواب الصدقات الی المیت"

"(۲) باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته"

(مسلم شریف 41:2)

''اپنی صحیح مسلم میں ان عنوانات کا قائم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام مسلم علیہ الرحمہ کے نزدیک میت کو صدقات وغیرہ کا ثواب وفات کے بعد بھی پہنچتا ہے۔

(2) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

امام شافعی کا بیان ہے۔

"کما تکون الا نابة فی الحج عن الاحیاء کذالك تکون عن

الاصوات "(الفقہ علی المذاہب الاربعہ، کتاب الحج 710:1)

''جیسے حج میں زندوں کی طرف سے نیابت جائز ہے اسی طرح مردوں کی طرف سے نیابت جائز ہے۔''

(3) امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ:

امام محمد کا بیان ہے۔

"عن سعید ابن المسیب یقول ان الرجل لیرفع بدعاء ولده من بعده" (مؤطا امام محمد 386)

''حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ آدمی کے درجات موت کے بعد اس کی اولاد کی دعا سے بلند ہوتے ہیں۔''

(4) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ امام نووی سے نقل کرتے ہیں کہ

''امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ ہر زمانہ میں جمع ہوئے اور قرآن پاک کی تلاوت کرکے اپنے مردوں کے لئے بغیر اختلاف کے اس پر اجماع ہے۔ معلوم ہوا کہ میت کے لئے قرآن پاک اور دیگر ذکر و اذکار کے لئے جمع ہونا مسلمانوں کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے ختم قل، ختم دسواں، چہلم، سالانہ ختم، ششماہی ختم، ختم گیارہویں عرس وغیرہ کی محافل بھی ان کے مردوں کو فائدہ (Advantage) دیتا ہے۔''

(5) امام ابن ہمام کمال الدین علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

بیان فرماتے ہیں کہ

"من جعل شیئا من الصالحات بغیره نفعه الله به"

(فتح القدیر شرح ہدایہ۔ کتاب الحج 66:3)

"جو شخص اپنی نیکیوں میں سے اپنے غیر کے لئے اس کے ثواب کو بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نفع اس کو عطا فرماتا ہے۔"

(6) زین الدین نجیم مصری علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

آپ بیان فرماتے ہیں۔

"ان الانسان له، ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او قراة قرآن او ذكراً او طوافاً او حجا او عمرة او غير ذالك"

"بے شک انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے عمل کے ثواب کو اپنے غیر کے لئے بنا دے۔ وہ عمل نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، تلاوت قرآن، ذکر طواف، حج یا عمرہ وغیرہ"

آپ نے یہ بھی فرمایا۔

"فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات و الاحياء جاز و يصل ثوابها اليهم"

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق 59:3)

"پس بے شک جس شخص نے نفلی روزہ رکھا، نفلی نماز ادا کی یا صدقہ و خیرات کیا اور اس کے ثواب کو اپنے غیر کے لئے بنایا، وہ غیر خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو یہ عمل جائز ہے اور ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔"

ابن نجیم علیہ الرحمہ نے بدنی عبادت یعنی نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی، مالی عبادت یعنی صدقہ و خیرات، بدنی و مالی کا مجموعہ یعنی عمرہ، ان تمام عبادتوں کا ثواب دوسرے کو ایصال ثواب کرنا، درست جائز اور قابل تحسین عمل قرار دیا ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ تمام کچھ ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کو اس کا بدلہ دیا جاتا ہے کہ اس کی روزی میں برکت جاتی ہے۔

(7) ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"یصل للمیت ثواب کل عبادہ فعلت عنه واجبة او مندوبة"

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح 284:4)

''میت کو ہر عبادت کا ثواب پہنچتا ہے۔ خواہ تو اس کی طرف سے واجب ادا کرے یا نفل ادا کرے۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ مسلمان تو نفل کی صورت میں کونڈے کرتے ہیں۔ جن کو بنام ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔ بنیادی (Radical) طور پر ان کا یہ ایصال ثواب کرنا خصوصاً امام جعفر رضی اللہ عنہ کو جائز ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

فوت شدگان کا صدقہ اور دعا و استغفار کے ذریعے مدد و معاون بنا رہا ہے کیونکہ مردوں کو زندوں کی مدد کی شدید محتاجی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ سوئم، دفتر اول مکتوب: ص63)

اگر کسی آدمی کی روح کو صدقہ کر کے تمام مومنوں کو اس میں شریک کر دیں تو تمام کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کا جس کی نیت سے دیا گیا تھا اس سے بھی کچھ اجر کم نہیں ہوتا۔

"ان ربك واسع المغفرة"

(مکتوبات امام ربانی حصہ ہشتم دفتر سوئم مکتوب 28 اردو)

حضرت مجدد الف ثانی کا اپنا طریقہ ایصال ثواب:

آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فقیر کی یہ عادت تھی کہ اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا پکاتا تھا تو آل عبا کی روحانیت مطہرہ کے لئے مخصوص کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایصال ثواب میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امامین کریمین رضی اللہ عنہم کو ملاتا تھا۔ ایک رات فقیر خواب میں دیکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں فقیر

آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کی بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں اس دوران فقیر سے فرمایا کہ میں کھانا عائشہ کے گھر سے کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس وقت معلوم ہوا توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی تمام ازواج مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت کے توسل کرتا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوئم حصہ اول مکتوب 36)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

میرے آقا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ و علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ مع درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے۔ انشاء اللہ عزیز پڑھنے والے اور جس کو بخشتا ہے دونوں کے لئے ذریعہ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو ثواب دگنا ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو ثواب تین گنا ہوگا۔ اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین ومومنات کو ایصال ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اس طرح پڑھنے والے کو بڑا ثواب ہوگا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت 1:81)

ان تمام بزرگوں کے اقوال سے صاف اور واضح (To stant to season) ہوا کہ ایصال ثواب کرنا جائز ہے چاہے کسی مسلمان یا مومن کو بھی کیا جائے۔ جب کسی چیز کی قید نہیں ہے قرآن وحدیث وبزرگان دین علیہم الرحمہ کے اقوال سے تو بدرجہ اولیٰ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا جائز ہوا۔ اگرچہ ان کو کونڈے کا نام بھی دیا جائے۔

اور آج کل کے جو گستاخ ان کو بدعت وناجائز کہتے ہیں انہیں ڈوب کر مر جانا چاہئے کہ ان کے بڑوں کے عقائد ایصال ثواب کے بارے میں کیا تھے۔ چند ایک حوالہ جات نقل کرتا ہوں۔

علماء غیر مقلدین کے عقائد

علامہ ابن القیم کا عقیدہ:

غیر مقلد عالم علامہ ابن القیم لکھتے ہیں۔

"افضل ما یهدی الی المیت العتق، و الصدقة و الا ستغفار له والدعاء له والحج عنه و اما قراء ة القرآن و اهداؤ هاله تطوعا بغیر اجرة فهذا یصل الیه کما یصل ثواب الصوم و الحج" (کتاب الروح 143)

''بہترین ہدیہ جو میت کو دیا جاتا ہے وہ غلام آزاد کرنا، صدقہ وخیرات کرنا اس کے لئے استغفار کرنا، اس کے حق میں دعا کرنا، اس کی طرف سے حج کرنا ہے۔ قرآن پاک کا پڑھنا اور اس کا ہدیہ دینا، میت کو ثواب طلب کرتے ہوئے بغیر اجرت کے اس کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے جیسا کہ روزہ اور حج کو ثواب پہنچتا ہے۔''

علامہ ابن قیم کے نزدیک مالی عبادت ہو یا بدنی یا دونوں کا مجموعہ تمام عبادتوں کا اجر وثواب میت کو کرنا جائز اور اس کا نفع بھی میت کو ہوتا ہے۔ علامہ ابن قیم اپنی کتاب الروح میں لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرنے والے کے لئے حج کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے لئے حج کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ روزے کے بارے میں سوال ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میت کی طرف صدقہ وخیرات کرنے کا سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ و خیرات کرنے کی اجازت دی۔

"ولم یمنعهم مما سوی ذالك" (کتاب الروح 143)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے علاوہ کسی سے منع نہیں فرمایا''

فائدہ:

اشیاء میں اصلی اباحت ہے حرام ہونے کے لئے ممانعت کی ضرورت ہے خواہ جس عمل سے شروع ہوا اور جس عمل سے شریعت نے منع کیا اس کا کرنا حرام۔ جس عمل کو کرنے کا حکم دیا اس کا کرنا فرض اور جس سے شریعت نے حکم نہ دیا، نہ منع کیا اس کا کرنا مباح، جائز، لہذا ایصال ثواب کی موجودہ شکل وصورت سے شریعت نے منع نہ کیا لہذا اس کا کرنا جائز ہے۔ چاہے کونڈوں کا نام بھی دیا جائے۔ علامہ ابن قیم کے نزدیک ایصال ثواب کی کوئی بھی محفل ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کو کوئی بھی نام دیا جائے لیکن آج کے ملونڈوں کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیسے اپنے بڑوں کی اطاعت کرتے ہیں، کیا بات ہے (very interesting)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ:

مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق بھوپالی لکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس بن تیمیہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع (remuneration) ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجہ سے باطل ہے۔

(1) انسان کو دوسرے کی دعا سے نفع پہنچتا ہے۔ اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچاتا ہے۔

(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں پہلے حساب کے لئے شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کے لئے سفارش کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

(3) مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

(4) سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کئے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(5) نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔

(6) حدیث شریف میں ذکر ہے کہ ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا۔ جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا۔

(فتح البیان ج۹ ص 143,144 مطبوعہ مطبع بولاق مصر الطبقہ الاولی ۱۳۰۱ھ)

(بیان القرآن ج ا ص 591,592)

ملاحظہ فرمایئے کہ!

ان کے بڑے جتنے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ نفع پہنچتا ہے لیکن ان کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے، اپنے بڑوں کے بھی مطیع نہیں ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے نیا دین نکال آئے جو قرآن وحدیث کے بھی مخالف ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر سے نفع پہنچتا ہے اور جب بھی کوئی مسلمان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو توسل بنا کر ایصالِ ثواب بنام کونڈے کرتا ہے تو ان کو بھی نفع پہنچتا ہے۔

دیوبندی علماء کے عقائد

مولوی اسماعیل دہلوی کا عقیدہ:

دیوبندی علماء کے سرخیل مولوی اسماعیل لکھتے ہیں۔

''جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریقہ ہے یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے۔''

(صراط مستقیم 110 شاہ اسماعیل شہید اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

دیو بندی علماء کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''ثواب پہنچانے کی شکل جو اس زمانے میں رائج ہے کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ کی گیارہویں رسوم، دسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی وغیرہ اور توشۂ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ سرمنی حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ شب برات کا حلوہ اور ایصالِ ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدے پر مبنی ہیں فقیر کا مشرب اس سلسلے میں یہ ہے میں ان خاص شکلوں کا پابند ہوں۔ مگر کرنے والے پر انکار بھی نہیں کرتا۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ: 22 علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور 1991)

ملاحظہ فرمائیے کہ!

یہ لوگ کتنے ضدی (Invetererate) ہیں کہ ان کے بڑوں کے کیا عقائد تھے۔ ان کے نزدیک تو جائز ہیں لیکن ان گستاخوں کے نزدیک ناجائز ہیں۔ اور ان کے بڑے خود تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کو تسلیم کرنے میں موت آتی ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی کا عقیدہ:

جماعت اسلامی کے بانی الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

''ایصال ثواب نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے ثواب کا ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کئی خاص نوعیت کے اعمال کی تخصیص نہیں۔'' (تفہیم القرآن 217:5)

محمد یوسف اصلاحی دیوبندی کا عقیدہ:

لکھتے ہیں کہ تمام نفلی عبادات چاہے وہ مالی ہوں جیسے صدقہ وخیرات اور قربانی یا بدنی جیسے نماز، روزہ ان کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔ آدمی اپنی جس عبادت کا ثواب کسی میت کو پہنچانا چاہے فارغ ہو کر خدا سے دعا کرے کہ پروردگار میری اس عبادت کا

اجر وثواب فلاں میت کی روح کو پہنچا دے۔ خدا کے بے پایا فضل سے توقع ہے کہ وہ میت کو اس کا اجر وثواب پہنچائے۔ (آسان فقہ 1:461)

(۱) جو شخص اپنی کسی عبادت کا اجر وثواب کسی میت کو پہنچاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس میت کو بھی ثواب پہنچاتا ہے اور عبادت کرنے والے کو بھی محروم نہیں کرتا بلکہ اپنے بے پایاں فضل سے اس کو بھی اپنی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتا ہے خدا کے اس بے حساب فضل وکرم کا تقاضہ ہے کہ بندہ مومن جب بھی کوئی نفلی عبادت کرے۔ اس کا اجر وثواب صالحین کی روح کو بھی پہنچائے۔

(2) اگر کوئی شخص اپنے کسی ایک عمل کا ثواب کئی مردوں کو پہنچائے تو وہ اجر ان میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ خدا اپنے فضل سے سب کو پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

(آسان فقہ، محمد یوسف صلاحی 1:462 اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ 13 ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور پاکستان)

ملاحظہ فرمایئے کہ!

یہ لوگ کتنا فریب خوردہ (dupe) ہیں ان کے مولویوں کے نزدیک جو ایصالِ ثواب کرتا ہے اس کو بھی نفع ہوتا ہے اور جس کو کیا جاتا ہے اس کو بھی نفع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ جو مسلمان ایصالِ ثواب بنام کونڈے دے کر کرتے ہیں۔ جائز ہے ان کے اپنے قول کے مطابق کہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی نفع پہنچتا ہے۔ لہٰذا مسلمان اگر کونڈے کرتے ہیں اس نیت سے کہ اس بزرگ کے وسیلے سے ہماری پریشانیاں یا اللہ تبارک و تعالیٰ دور فرمادے تو بھی جائز ہے۔

ان تمام اقوال قرآن وحدیث واقوال بزرگان دین واقوال مخالفین سے ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب کسی کو بھی کیا جاسکتا ہے چاہے وہ کوئی مسلم بھی ہو جب ایصالِ ثواب ہر کسی مسلم کو کیا جاتا ہے جائز ہے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بھی ایصالِ ثواب بنام کونڈے دے کر کرنا بھی جائز ہوا۔ جو اس کے مخالف ہیں وہ اپنا نیا دماغ کسی میڈیکل

سنور سے لے کر ڈلوالیں تاکہ ان کی مزید گستاخیاں بڑھیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا عقیدہ:

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اگر نیک عمل کا ثواب دوسروں کی روح کو بخشا جائے تو بخشنے والے کے لئے کیا نفع ہوا؟ اس کے جواب میں مولانا حدیث کا حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں۔

''ثواب بخش دینے سے بھی عامل کے پاس پورا ثواب رہتا ہے۔''

(امداد الفتاویٰ ج 5 ص 399)

نیز لکھتے ہیں

ہر شخص کو اختیار ہے کہ عمل کا ثواب مردہ کو یا زندہ کو دے دے جس طرح مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ (التذکیر حصہ سوم ص 55)

تھانوی صاحب ایصال ثواب کرنے کے ادب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرو، زیادہ کی ہمت نہ ہو مثلا تین بار ''قل ھو اللہ احد'' پڑھو ایک کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص 190)

کمالات اشرفیہ میں ہے

فرمایا میں جو کچھ روزمرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تمام انبیاء علیہم السلام وصلی، عام مسلمین ومسلمات کو جو مر چکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے سب کو بخش دیتا ہوں۔ (کمالات اشرفیہ ص 191)

فائدہ نمبر 1

ملاحظہ فرمائیے کہ

دیوبندیوں کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کیا کرو تو پہنچ

جاتا ہے۔

تو لہٰذا کونڈوں میں بھی پہلے پکایا جاتا ہے پھر اس پر کچھ پڑھا جاتا ہے پھر اس کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تو کونڈے کرنا جائز ہوا۔

فائدہ نمبر 2

ان کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ روزانہ پڑھتا ہوں ان کا ثواب تمام کو بھیجتا ہوں۔

تو معلوم ہوا کہ جب تمام مسلم کو عام ہے تو اس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تو ہیں ان کو بھی کرتے ہوں گے لہٰذا بنام کونڈے ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

فائدہ نمبر 3

کہتے ہیں کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص شخص کے لئے بھی کچھ علیحدہ پڑھ کر بخش دیتا ہوں۔

تو جو جو خاص مواقع ہیں ان میں گیارہویں شریف، کونڈے بھی تو ہیں لہٰذا ان کو بھی کرتے ہوں گے تو یہ لوگ اپنے بڑوں کی پیروی نہیں کر رہے بلکہ ان کی مخالفت (Contray) کر رہے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور اپنی گستاخی میں اضافہ نہ کریں بلکہ ایصال ثواب کیا کریں تاکہ ان کو بھی اپنے بزرگوں کی یاد آتی رہے جیسے کہ ہم اپنے بزرگوں کی یاد تازہ کرتے ہیں اور ان کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

قارئین کرام!

تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس دور کے اندر بھی تھا اور اب بھی باقی ہے اگرچہ ان کو بنام

کونڈے بھی دیا جائے کیونکہ مقصود تو کسی بزرگ کو ایصال ثواب کرنا ہے۔ لہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا بھی جائز ہے۔

22 رجب کے کونڈے:

22 رجب کو کونڈے کرنا جائز ہے جس میں مسلمان حلوہ پوریاں یا کھیر پکا کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور اس چیز کو بانٹ دیتے ہیں۔

دلیل:

جس امر کے ناجائز ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو وہ جائز ہوتا ہے۔ لہٰذا کونڈوں کے ناجائز ہونے کی شرعی دلیل نہیں پس کونڈے بھی جائز ہوئے۔ اس شرعی اصول کے ثبوت کے لئے امام اہل سنت مجدد دین وملت امی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ و الرحمہ اپنی تصنیف فتاویٰ رضویہ جلد دوم اور اقامتہ القیامہ غیرہما) ملاحظہ ہو اور یہ کلیہ کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) کو بھی پسند (Comely) ہے۔ چنانچہ مدرسہ دیوبند کے پہلے مفتی مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی صاحب سے سوال کیا گیا کہ جو شخص رمضان المبارک میں نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھ سکے وہ نماز وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں تو انہوں نے اس سوال میں یوں جواب دیا کہ اس میں شریک ہوسکتا ہے اور اس کا ثبوت یہ پیش کیا کہ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

(فتاویٰ دیوبند جلد ۲ ص 152 طبع ملتان)

اسی طرح نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کے ابتداء میں تسمیہ پڑھنے کے بارے میں بھی انہوں نے جواز کا فتویٰ دے کر اس کی وجہ جواز یہ بتائی کہ چونکہ یہ ممنوع نہیں اس لئے جائز ہے۔ (فتاویٰ دیوبند جلد ۲ ص، 147-148)

غیر مقلدین کے امام مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے سوال ہوا کہ حلال جانور کے کون کون سے اور کتنے اعضاء حرام ہیں؟ تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ حلال

جانور کا کوئی عضو بھی حرام نہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

(گویا حلال جانور کے کپوروں اور آلات تناسل وغیرہ کا کھانا بھی ان کے نزدیک بلا کراہت درست ہے)

(فتاویٰ نذیریہ جلد ۳ ص 320-321 طبع اہل احدیث اکادمی لاہور)

پوری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جس امر کے ناجائز ہونے کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، علماء دیوبند اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ وہ جائز ہوتا ہے پھر جب کونڈوں کے ناجائز ہونے کا بھی کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ بھی جائز ہوئے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعاً علیحدہ دلیل کی ضرورت کسی امر کے جواز کے لئے نہیں بلکہ اس کے عدم جواز کے لئے ہوتی ہے پس جو کونڈوں کے ناجائز ہونے کا مدعی ہو ان کی ممانعت کی واضح شرعی دلیل کا پیش کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

اگر مخالفین کے علماء نے کونڈوں کے ناجائز ہونے پر کوئی فتویٰ(Adjudicate) دیا ہے تو ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی کونڈے نہیں کریں گے۔ اگر نہیں لا سکتے تو ان کو بھی چاہئے کہ کونڈے کریں اور اس کی مخالفت میں لوگوں کو خراب نہ کریں۔ تو انشاء اللہ کبھی بھی یہ ناجائز ہونے پر دلیل نہیں لا سکتے۔

اگر یہ لوگ اس فعل کو حقیر (Depreciate) سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کو توبہ کریں کیونکہ ایصال ثواب کا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نص سے بھی ثابت ہے جو چیز نص سے ثابت ہو اور اس کو بغیر شرعی دلیل کے ناجائز کہہ دینا برا فعل ہے اور حرام ہے لہٰذا ان کا کوئی مولوی دلیل نہیں دکھا سکتا اور نہ ہی قیامت تک لا سکتے ہیں۔

کونڈوں کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ یہ ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے یعنی حلال کھانے کی خیرات اور تلاوت قرآن (وغیرہ عبادت) کا ثواب حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو ہدیہ کرنا ہے جبکہ ایصال ثواب کا حق درست اور

جائز ہونا قرآن وسنت اور سلف صالحین کے قول و عمل سے ثابت ہے پس ایصال ثواب کا جائز ہونا کونڈوں کے جواز وثبوت کی دلیل ہے۔

نکتہ:

شاید کوئی شخص بغض رکھے مذکورہ دلائل (ایصال ثواب) میں تو مطلقا ایصال ثواب کے جواز کا بیان ہے ان میں بائیس رجب کے کونڈوں کا کوئی واضح ذکر نہیں ہے پس ان سے کونڈے کیسے جائز ثابت ہوئے؟

تو ان (فریب دینے والے) معترض کا منشاء اس سے یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز کے شرعا ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن وسنت میں وضاحت کے ساتھ اس کی موجودہ شکل سمیت اس کا نام لے کر اسے جائز کہا گیا ہو جو درست نہیں۔

صحیح یہ ہے کہ کسی امر کے جواز کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہوتا ہے کہ دلائل شرعیہ کے عموم واطلاق کے ضمن میں اس کی اصل پائی جاتی ہو بشرطیکہ کوئی علیحدہ دلیل شرعی اس کے اس حکم سے خارج ہونے پر بھی قائم نہ ہو۔ پس جب کونڈوں کی اصل بھی ایصال ثواب کے دلائل کے عموم واطلاق سے ثابت ہے اور کوئی علیحدہ دلیل شرعی بھی کونڈوں کے اس خارج ہونے پر قائم نہیں تو ان کے جواز کے ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے لئے مزید کسی علیحدہ دلیل کی حاجت نہ رہی جس کا مطالبہ محض سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں رکھتا۔

کونڈوں کی تاریخ تخصیص کرنے کی وجہ:

22 بائیس رجب کے کونڈے ہوں یا ایصال ثواب کا کوئی اور طریقہ ہو جو اس سے ملتا جلتا (indentical) ہو ان میں سے کسی کے جائز ہونے کے لئے شریعت مطہرہ نے نہ تو کسی تاریخ کو لازمی قرار دیا ہے اور نہ ہی اس کے لئے مخصوص ذائقہ والی کوئی مخصوص مقدار کی طعام کا ہونا شرط کیا ہے بلکہ شرعا ایصال ثواب۔ حلال طعام پر ہر وقت درست ہے اسی طرح شریعت نے یہ ضروری نہیں کیا کہ اس کے طعام کو کسی خاص قسم کے (مٹی

وغیرہ کے) برتنوں میں رکھ کر اس پر ختم شریف پڑھا جائے بلکہ تمام جائز برتنوں میں اسے رکھا جا سکتا ہے یونہی شریعت نے یہ بھی لازم نہیں کیا کہ اس کو صرف مخصوص لوگ مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کھائیں بلکہ ختم شریف کی محفل کے شرکاء وغیرہ شرکاء تمام مسلمانوں کو شرعاً اس کے کھانے کی اجازت ہے۔

نیز شرعاً یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ختم شریف طلوع آفتاب سے پہلے ہو بلکہ وہ دوسرے تمام اوقات میں بھی جائز ہے۔ اگر کونڈوں کے جواز کو ان تخصیصات پر موقوف سمجھتا ہے تو یہ اس کی شدید جہالت اور سخت نادانی ہے جس سے اسے باز آجانا لازم ہے مگر اس کے اس غلط نظریے کی وجہ سے کونڈے ناجائز نہیں ہو جائیں گے۔ جیسا کہ بعض معاندین کا غلط خیال ہے اس کی تائید علماء دیو بند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کے اس قول سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اس جیسی تخصیصات کے بارے میں اپنے رسالہ فیصلہ ہفتہ مسئلہ (ص ۷ طبع دیو بند) میں لکھتے ہیں کہ "رہا عوام کا غلو؟ اولاً" اس کی اصلاح کرنی چاہئے اس عمل سے کیوں روکا جائے۔ ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں موثر نہیں ہو سکتا۔

مگر اس وجہ سے اگر ہو!

اگر ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو مثلاً ایصال ثواب کے لئے تاریخ اس لئے مقرر کی کہ دوست واحباب کا اجتماع سہولت سے ہو جائے گا اور اس میں تلاوت قرآن وغیرہ بھی کثرت اور آسانی سے ہو سکے گی۔ اس میں صرف نیک آدمی اس لئے بلائے کہ ان کی برکت سے وہ محفل بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گی۔ جگہ اس لئے مخصوص کی کہ اس میں فقراء مومنین کو پر احترام طریقے سے بٹھایا جا سکے۔ اور نیک لوگوں کو اس لئے اکٹھا کیا کہ اس میں وعظ و نصیحت (Sermon) ہو جائے گی۔ میٹھا طعام حلوہ پوریاں وغیرہ اس لئے تیار کیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا اور آپ کی پسند یقیناً مومن کی پسند ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا

تُحِبُّوْنَ" یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب تک اپنی پسند کی چیز خرچ نہ کرو تمہیں اصل نیکی ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی۔ اور مٹی کے برتن اس لئے مقرر کئے کہ حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔ سحری کا وقت اس لئے مخصوص کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص رحمت کے نزول کا وقت ہے تو پھر اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ اس حسن نیت کے باعث حصول اجر کی بھی امید ہے۔

(فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امریء ما نوی)

جبکہ اہل سنت بھی اس جیسی تخصیصات کا اہتمام انہی شرعی مصالح کی بنا پر کرتے ہیں جنہیں غلط رنگ دے کر پیش کرنا اور طرح طرح کے حیلے بنانا سراسر زیادتی اور سنی مسلمانوں کے ساتھ عناد اور سخت سوءِ ظنی ہے۔

سنی اپنی دلیل میں سچے ہیں:

کچھ گستاخ مذہبی فرقہ کی وجہ سے کونڈوں کو ناجائز کہتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنی اس چیز کو واجب قرار دیتے ہیں جبکہ سنی اس کو واجب نہیں کہتے اور نہ ہی واجب سمجھ کر کونڈے کرتے ہیں۔ جنہوں نے کونڈوں کو ناجائز کہا ہے ان میں ایک مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی آف رحیم یار خان والے ہیں۔ وہ اپنی کتاب باطل کے ہتھکنڈے صفحہ نمبر 6 میں لکھتے ہیں کہ ماہ رجب میں کونڈوں کو رسم واجبی منانا بدعت ہے۔

اسی طرح رسالہ کونڈوں کی حقیقت ص نمبر 4 میں بھی ہے پس ان کے اس فتوے سے بھی کونڈے جائز ثابت ہوئے کیونکہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اہل علم کونڈوں کو واجب نہیں سمجھتا بلکہ ہمارے نزدیک صرف جواز اور استحباب کا درجہ رکھتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص کونڈے کرے گا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصال ثواب کرے گا تو اس کو خود بھی ثواب ملے گا۔ لہٰذا ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا کہ ہم اس کو واجب سمجھ کر نہیں بلکہ بزرگوں سے فیض لینے کے لئے مستحب طریقے پر کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ صرف ان کی لادینی (Secular) نہیں بلکہ صرف ہٹ دھرمی ہے کہ یہ لوگ اس

طرح کرتے کیوں ہیں۔انہیں کونڈے نہیں منانا چاہئے نہ ہی یہ اپنے کسی بزرگ کو ایصال ثواب کریں۔

عشاق اولیاءاللہ کا کونڈے کے بارے میں عقیدہ اور جواز:

تمام بزرگ علیہم الرحمہ کونڈے منانے میں جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کو حرام و بدعت کہنے والے پر دلائل قرآن وحدیث سے رد کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''رجب المرجب شریف کے مہینے کی 22 تاریخ کو یوپی میں کونڈے ہوتے ہیں یعنی نئے کونڈے منگائے جاتے ہیں اور سوا سیر میدہ سوا پاؤ شکر سوا پاؤ دیسی گھی کی پوریاں بنا کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کرتے ہیں۔فاتحہ ہر برتن اور ہر ایک کونڈے پر ہو جائے گی۔اگر صرف زیادہ صفائی کے لئے نئے کونڈے منگا لیں تو حرج نہیں دوسرے فاتحہ کے کھانوں کی طرح اس کو بھی باہر بھیجا جا سکتا ہے۔بائیسویں رجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کرنے سے بہت اڑی ہوئی مصیبتیں آناً فاناً (Intantly) دور ہو جاتی ہیں۔(بحوالہ کتاب اسلامی زندگی ص127,69)

مفتی اہل سنت خلیل العماء علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری علیہ الرحمہ مہتمم دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد (سندھ) فرماتے ہیں کہ ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کے لئے کھیر پوری (حلوہ) پکا کر کونڈے بھرے جاتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلائے جاتے ہیں۔یہ بھی جائز ہے۔

(سنی بہشتی زیور ص 176 حصہ دوم)

اب بحث طلب بات یہ ہے کہ جب کونڈے جائز ہیں تو اس کو ناجائز کیوں کہتے ہیں جبکہ ان کو دلائل سے بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔

فاضل اہل سنت شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ:

آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماہ رجب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمہ کو ایصال ثواب کرنے کے لئے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں۔ یہ سب جائز ہیں اور یہ ثواب کا کام ہے۔ فاتحہ کے وقت ایک کتاب داستان عجیب بعض لوگ پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں فاتحہ دلانا چاہئے یہ ثواب کا کام ہے۔ (جنتی زیور ص 390,389)

مخدوم اہل سنت علامہ ابوداؤد کا عقیدہ:

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد صادق امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ 22 رجب کا ختم شریف سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی یاد میں 22 رجب کا ختم شریف ایصال ثواب اہل سنت و جماعت میں معروف ہے مخالفین اہل سنت و منکرین گیارہویں چونکہ محبوبان خدا بزرگان دین کی یاد منانے اور ختم شریف دلانے کے شروع ہی سے خلاف ہیں اس لئے وہ میلاد عرس و گیارہویں کی طرح 22 رجب کے (فاتحہ کے) بھی بلاوجہ واویلا کرتے ہیں۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ شعبان 1402 ص 22)

ملاحظہ فرمایئے کہ

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ کونڈے صرف آج کل کے مسلمان بھی نہیں کرتے بلکہ پہلے کے بزرگ علیہم الرحمہ بھی کرتے تھے لہٰذا کونڈے کرنا جائز ہے۔

اب میں چند اعتراضات کے جواب عرض کرتا ہوں جو کہ جواز (Legalize) پر دلالت کرنے والے ہیں۔

کیا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات 22 رجب کو ہے؟

کچھ کونڈوں کے خلاف عناد رکھنے والوں نے ایک یہ بھی مغالطہ دینا چاہا ہے کہ 22 رجب المرجب نہ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی وفات کی تاریخ ہے۔ 22 رجب کو پھر کونڈے کیوں کئے جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہاری یہ صرف دغابازی ہے اور ایک روایت میں 22 رجب کے وصال کا بھی ذکر آیا

ہے جب جواز پر ایک دلیل بھی ثابت ہو جائے تو وہ چیز جائز ہو جاتی ہے۔ یا ایک روایت بھی کہیں آ جائے تو وہ دلیل بن سکتی ہے۔ لہٰذا تم نے تو ایک دلیل بھی نہیں دی ہے۔ مگر پھر بھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ آج تک اکابر دیوبند تاریخ مقررہ اور وقت معینہ پر ختم دلانے اور برسی عرس وغیرہ کرانے کو بدعت وممنوع قرار دیتے تھے۔ اب انہوں نے فتویٰ بدل لیا ہے؟ ہمیں یہ بتایا جائے اور باقاعدہ اعلان بھی کر دیا جائے یوم وصال کی تاریخ پر بزرگان دین کی فاتحہ کا کھانا تیار کرنا جائز ہے۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وصال شوال 147ھ میں ہوا ہے تو میرا مشورہ ہے کہ اس دن کونڈے کر لیا کریں اور طعام وشیرینی پر فاتحہ دیا کریں چلو مان تو لیں چاہے جب بھی کریں، لیکن پھر بھی ایسا نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں امور خیر سے روکنے کے یہ سب بہانے اور حیلے ہیں مقصد بہر صورت روکنا ہے۔ تعجب ہے کہ آج کے دیوبندی وہابی 22 رجب المرجب کا کیوں انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے بڑوں کے نزدیک بھی جائز تھا۔ لیکن ان کو کیا ضرر (Loss) پہنچتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر 22 رجب المرجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال وولادت کی تاریخ نہ بھی ہو تو پھر عین ثواب ہے ہاں تاریخ مقررہ پر ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

کیا کونڈے شیعہ کی مشابہت ہیں:

بعض مخالفین بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے غول میں پھنسا لیتے ہیں کہ کونڈے تو صرف شیعہ کرتے ہیں تم سنی ان کی مشابہت کیوں کرتے ہو۔ لہٰذا یہ بدمذہبوں کے ساتھ مشابہت ہے اور بدمذہبوں سے مشابہت حرام ہے۔ لہٰذا کونڈے بدمذہبوں کی مشابہت پر حرام ہوئے؟

جواب:

اگر مشابہت کی بات ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) یہودیوں سے مشابہت کر کے حرام کے مرتکب ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے وہاں کے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے پایا تو پھر ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے فرعون سے نجات پانے اور فرعون اور فرعونیوں کے ہلاک ہو جانے کی خوشی اور شکر میں روزہ رکھا تھا۔ اس لئے ہم بھی ان کی اتباع میں یہ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "نحن احق اولیٰ منکم بموسیٰ" یعنی ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (**فصامه رسول الله صلی الله علیه وسلم و امر بصیامه**) یعنی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔

جی جناب اعلیٰ مسلمانوں کو اچھے فعل سے روکنے والے اور اس کو باطل تجویز (Overture) دے کر اپنا باطل فرقہ ثابت کرنے والے آپ کا کیا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) ان کی مشابہت کر کے حرام کے مرتکب ہوئے آپ کی دلیل کے مطابق جو آپ نے مشابہت پر دی ہے۔

اگر بدمذہبوں سے مطلقاً تشبیہ ہر قسم کی ممنوع ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں عاشورہ کا روزہ رکھا اور یہودیوں کے اس عمل کو مسلمانوں میں بلکہ وہ عام مسلمان بھی نہ تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مقدس آنکھوں سے دیکھا، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند کے دو ٹکڑے کرتے ہوئے دیکھا۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غروب سورج واپس لاتے ہوئے دیکھا، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں کنکریوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھا، ارے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس اونٹ کو دیکھا کہ وہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور اپنی فریاد عرض کر رہا ہے اور یہ ہی نہیں جنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے ہیں۔ ارے یہ ہی نہیں جنہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسے مقدس فرشتے کو وحی لاتے ہوئے بشری صورت میں دیکھا، ارے وہ مقدس صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے ہر قول وفعل دیکھا اور اس پر عمل کیا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ارشاد فرما رہے ہیں اور ان میں کیوں رائج فرما دیا۔ اگر بالفرض شیعہ بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کونڈے کرتے ہیں تو ہم کیا کریں ہم تو بزرگوں کو زیادہ ماننے والے ہیں۔

الحمد للہ ہم بزرگوں کی زیادہ پیروی کرنے والے ہیں لہٰذا ہم زیادہ حقدار (Owner) ہیں بزرگوں کو یاد کرنے میں۔ کیونکہ وہ سادات میں سے ہیں اور سنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو دل وجان سے محبت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ہمارا شیعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ہم انہی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ تو تمہارا یہ عقیدہ اور اعتراض تمہارے منہ پہ ہو۔

کیا شیعہ کونڈے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں؟

بعض لوگ یہ خبیثانہ اعتراض حسد کی وجہ سے کرتے ہیں کہ کسی طریقے سے بھی کونڈوں سے سنی حضرات کو روکا جائے اور ان کا اعتراض یہ ہے کہ شیعہ تو کونڈے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں لہٰذا تم بھی اسی وجہ سے کرتے ہو،

ملاحظہ فرمائیے کہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ شیعوں کے ساتھ تمہاری دشمنی ہے اور تم ان کو برا بھلا کہتے ہو اور وہ تمہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ تم نے یہ سوچا کہ سنیوں کے ساتھ ان کے روابط ہیں۔ یہ بھی اولیاء اللہ کو مانتے ہیں اور شیعہ بھی مانتے ہیں لہٰذا ان کو بھی خراب کرنا چاہئے اور آپس

میں یہ حسد (Malign) سے دیکھیں اور ان میں پھوٹ پڑے اور ہمارا دل تو ویسے ہی پریشان ہے کہ کونڈوں سے رکتے ہی نہیں لہٰذا ان کو بھی روکو تاکہ کونڈے نہ کریں۔ تو ان کا اعتراض سرے سے ہے ہی باطل۔ کیونکہ سنی جس کو پتہ ہے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے اور ان کا عقیدہ کیا ہے وہ ان سے روابط کیا ان کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے کیونکہ ان کے عقائد باطل ہیں اور اولیاء اللہ کی بات ہے تو ٹھیک ہے اگر وہ مانتے ہیں تو کیا ہوا اس سے ہمیں تو کوئی تکلیف نہیں ہے تکلیف تو آپ کو ہے کہ بہانے ڈھونڈ رہے ہو کہ اگر ان کو شیعوں کا کہیں گے تو چھوڑ دیں گے کونڈے کرنا حالانکہ ہم ایسا کبھی کرتے ہی نہیں اور نہ ہی کبھی کریں گے۔

جب تک دم میں دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
اولیاء اللہ کے گستاخوں کو جلاتے جائیں گے

اب دوسری بات ملاحظہ ہو

دوسری بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت امیر معاویہ کو جیسے بھی کہتے ہیں وہ انہی کے منہ پر ہو اگر وہ اس طرح کہتے ہیں تو ملاحظہ ہو کہ وہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں نہیں دیتے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی گالیاں دیتے ہیں اور یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، جنگوں میں بھی ساتھ، سفر میں بھی ساتھ، مسجد نبوی میں بھی ساتھ، حتیٰ کہ مزار پر انوار میں بھی ساتھ ہیں تو یہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دیتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا کہنے والوں کے بارے میں لعنت بھی فرمائی کتنے عظیم الشان (Magnificent) صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔

ملاحظہ ہو چند مستند حوالے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جس نے صحابہ کرام سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا:

"وعن عبداللّٰه ابن مغفل مرفوعا اتقوا من اللّٰه فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا فمن احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰه ومن اذا اللّٰه یوشك ان یاخذہ" (ترمذی)

''حضرت عبداللہ بن مغفل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو اپنی بدگوئی کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کرنی ہو وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے اور جس نے ان سے بغض رکھنا ہو تو اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اسے اللہ تعالیٰ جلد پکڑے گا۔''

ملاحظہ فرمائیے کہ

ایسے حقیر (Contemptible) لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دینے والے پر نا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے بغض نہیں رکھا بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بھی بغض رکھا اور اس کو ایذا بھی دی۔

اسی طرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو:

"عن ابی سعد الخدری مرفوعاً لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفه"

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن ابی ہریرہ)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برانہ کہو۔ کیونکہ تم سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرڈالے تو ان کے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو''

ملاحظہ فرمائیے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ ان کو برانہ کہو۔ اگر شیعہ حضرات کہتے ہیں تو خود سوچ لیں ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت فرمانا:

"عن ابی عمر رضی اللّٰہ عنہ مرفوعاً اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولو لعنة اللّٰہ علی شر کم" (راہ الترمذی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے شر پر''

ملاحظہ فرمائیے کہ

صراحتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بدکار (Licentious) پر لعنت ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اب آپ خود پہچان لیں ان کو یہ کیسے لوگ ہیں اور کس طرح مطیع ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جس نے صحابہ کرام کی بدگوئی کی اللہ تعالیٰ اس کے فرض و نفل قبول نہیں فرمائے گا:

"عن الحسن مرفوعاً ان اللّٰہ اختارنی و اختارلی اصحابا فجعل لی منھم وزراء و انصار و اصھارا فمن سبھم فعلیہ لعنة اللّٰہ و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل اللّٰہ منہ صرحاً ولا

عدلا‘‘ (رواہ الطبرانی والحاکم)

’’حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے رفقاء کو چنا۔ ان سے میرے وزیر مشیر و رشتہ دار بنائے لہٰذا جس نے ان کی بدگوئی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی فرض و نفل کو قبول نہیں فرمائے گا۔‘‘

ملاحظہ فرمائیے کہ

اگر چہ وہ عداوت کی وجہ سے کرتے ہیں یا کسی اور وجہ سے پھر بھی تمام انسانوں اور فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ صحابہ کرام کی بدگوئی کرنے والے پر فرشتوں، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے:

’’و عن ابن عباس مرفوعاً من سب اصحابی فعلیہ لعنة اللّٰہ والملائکة والناس اجمعین‘‘ (الناھیہ عن طعن معاویہ علامہ پرھاروی)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کی بدگوئی کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے‘‘

ملاحظہ فرمائیے کہ

ان تمام اقوال سے واضح (Palpable) ہوا کہ جو شخص بھی ہو اگر وہ صحابہ کرام علیہم والرضوان کو برا بھلا کہتا ہے تو ان پر نہ صرف انسانوں کی لعنت ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فضائل تمام صحابہ کے لئے ہیں اور ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے اور بکواسات کرے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ سنی سب وشتم صحابہ پر نہیں کرتے اور نہ ہی ایسا سوچتے ہیں لہٰذا تمہاری دلیل بھی یہ باطل ہوگئی۔ اگر پھر بھی آپ کا دماغ درست نہیں ہوا تو پھر سنئے کہ ہم شیعوں سے روابط نہیں رکھتے کیونکہ ان کے عقائد باطل ہیں۔ اور ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اگرچہ وہ کوئی بھی صحابی رسول علیہم الرضوان وصلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ وسلم ہیں گستاخوں کے کہنے سے اور غلط اعتراض کرنے سے ہم کونڈے کیوں ترک کریں جو کہ ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا وحی لانا:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال جاء جبرائیل الی رسول اللہ علیہ وسلم. فقال یا محمد استوص معاویۃ فانہ امین علی کتاب اللہ و نعم الامین ھو"

(مجمع الزوائد ج 9 ص 387 رواہ الطبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا'' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں''

ملاحظہ فرمائیے کہ

جن کو بار بار امین کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے امین ہیں اگر شیعہ ان کو برا بھلا کہتے ہیں تو یہ گمراہ کن (Fallacious) ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امیر معاویہ کو پہلے سے حاکم بننے کی بشارت دینا:

"حدثنا ابوامية عمرو بن يحيىٰ ابن سعيد قال سمعت جدى يحدث ان معاوية اخذ الا دواة بعد ابى هريرة يتبع رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم بها واشتكى ابوهريرة رضى اللّٰه عنه فبينا هو يو فى رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع راسه اليه مرة او مرتين فقال يا معاوية ان وليت امرا۔ فاتق اللّٰه عزوجل و اعدل قال فما زلت اظن انى مبتلى بعمل يقول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم حتى ابتليت"

(مسند امام احمد ج 4 ص 101 طبع بیروت)

"حضرت ابوامیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر انہیں دو بار دیکھا پھر فرمایا اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ حضرت امیر معاویہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔"

اسی طرح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سبب سے لوگوں کو ہدایت پہنچنا:

"عن عبدالرحمٰن بن ابى عميرة و كان من اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال لمعاوية اللهم اجلعه هاديا مهديا واهدبه"

(جامع ترمذی ص 543)

حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ''اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے لوگوں کو ہدایت دے۔''

اسی طرح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نماز:

"عن ابی الدرداء قال مارائیت احداً بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اشبه صلوۃ برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من امیر کم هذا یعنی معاویة"

(مجمع الزوائد: ج۹ص 357)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔''

ملاحظہ فرمائیے کہ

جن کی نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہو اور جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم بھی خود بنائیں ان کو جو برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور ان کی بھی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت (lampoon) بیان کرتے رہتے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی گالی گلوچ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شیعہ اگرچہ گالی گلوچ کرے اور پھر ان کی وفات میں کونڈے بھی کرے تو وہ ان کے باطل عقیدے سے ہے اور ہم تو کونڈے اس لئے کرتے ہیں تاکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے لہٰذا ہمارا شیعوں کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں اور نہ ان کی وجہ سے کونڈے کرتے ہیں۔

کونڈوں میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی منت ماننا کیسا؟

بعض گمراہ (Devious) لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کونڈے منت مان کر کئے جاتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اس کے کام میں رکاوٹیں ختم ہو جائیں تو یہ شرک ہے۔ کیونکہ مشکل تو صرف اللہ ہی حل کر سکتا ہے اور وہ کسی وسیلے کا بھی محتاج نہیں پس یہ کونڈوں کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

جواب:

تمہارے عقل پتہ نہیں کہاں گئے ہیں نہ سوچا نہ سمجھا خواہ مخواہ کا اعتراض کر دیا۔ آپ کو شرک کے معنی پتہ ہیں۔ اگر نہیں تو آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو اس کا معنی بتاتا ہوں۔ شرک کے معنی ہیں اللہ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت سمجھنا یا بالفاظ دیگر کسی غیر اللہ کو اللہ ماننے کا نام شرک ہے جبکہ کسی دینی بزرگ کا وسیلہ پیش کر کے اس کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اسے اللہ ماننا نہیں پس اسے شرک کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو وسیلہ ماننا محض اس صورت میں ناجائز ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے آگے مجبور سمجھے جبکہ کوئی بھی سنی مسلمان اس قسم کا عقیدہ کسی بزرگ کے حق میں نہیں رکھتا بلکہ ہمارے نزدیک وسیلہ کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے پیاروں کے نام کی لاج رکھتے ہوئے مشکل آسان فرما دیتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو مشکل کشا کہنا بھی محض اسی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات ان کے سبب مشکلیں آسان فرماتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبب ہدایت ہونے کی وجہ سے ''ھادی سبل'' کہا جاتا ہے حالانکہ حقیقی معنی (یعنی خالق ہدایت ہونے) کے اعتبار سے ''ھادی'' صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ تمام تفصیل امام احناف علامہ ابو لیث سمرقندی نے اپنے فتاویٰ ابی اللیث میں اور صالح بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب کے استاذ مشہور درسی کتاب ''نور الانوار'' کے مصنف

علامہ احمد جیون نے اپنی معرکتہ الاراء کتاب تفسیرات احمدیہ میں (آیت وما اہل بہ لغیر اللہ کے تحت) اس امر کی تصریح کی ہے کہ حل مشکلات کے قصد سے اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنے اور حلال جانور کے ذبح کرنے کی منت ماننا جائز اور اس کا کھانا حلال طیب اور درست ہے۔

اگر پھر نہیں مانتے ہمارے دلائل کو تو تمہارے مولوی کا قول تمہیں نقل کر دیتا ہوں۔

علماء دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ (ص:173 طبع کراچی) میں لکھتے ہیں کہ کسی ولی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی کسی مشکل کے حل ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ

ان کے بڑوں کو یقین (Faith) تھا کہ اگر کسی ولی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی کسی مشکل حل ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو جائز ہے اور وہ دعا مقبول بھی ہوتی ہے لیکن ان گستاخوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کوئی مسلمان اگر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے منت مانتا ہے تو جائز ہے تو اس سے اس کی منت بھی پوری ہوتی ہے۔

کیا کونڈوں کی رسم شیعہ نے ایجاد کی ہے۔ اصل کہاں سے شروع ہے:

بعض گستاخ صرف اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے سارے مسلمانوں کو کونڈوں سے روکنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ کونڈوں کی رسم شیعوں نے ایجاد کی ہے اور 1906ء میں امیر مینائی لکھنوی تبرائی رافضی کے گھر سے ہوئی۔ لہٰذا تم بھی ان کی پیروی کرتے ہو کیونکہ یہ انہوں نے ابتدا کی ہے اس سے پہلے تو کسی نے نہیں کی ہے معلوم ہوا کہ تم بھی شیعوں کی رسمیں اپناتے ہو؟

جواب:

ان کا یہ اعتراض صرف سادے مسلمانوں پر الزام تہمت (Impute) لگانے کے

لئے ہے کہ کسی طریقے سے بھی ان کو کونڈوں کی رسم سے روکا جائے لیکن الحمدللہ سنی تو الیاء اللہ سے محبت کرنے والے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا

اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

اسی لئے وہ جان تو دے سکتے ہیں لیکن اولیاء اللہ سے دور نہیں رہ سکتے اور ان کو کبھی نہیں بھول سکتے تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نیک برگزیدہ اور آل رسول میں سے ہیں اور سنی آل رسول کے قدموں کو بوسہ دینے والے ان کا ادب واحترام کرنے والے ہیں لہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کا ہدیہ پیش کرتے ہیں تو وہ کیسے کونڈے کرنا چھوڑ سکتے ہیں۔ جو کہ یہ ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ یہ رسم شیعوں کی ہے یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کبھی قرآن و حدیث میں غور بھی کیا ہو تو پتہ چلے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

قرآن وحدیث شاہد ہے کہ ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور یہ صرف تمہارے قول کے مطابق 1906 میں امیر مینائی لکھنوئی تبرائی رافضی کے گھر سے نہیں ہوئی بلکہ اس کی ابتدا تو خود میرے میٹھے میٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہوئی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہوئی اور مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ وہ بالخصوص اہل بیت کرام کے وفات یافتہ بزرگوں کے لئے نہایت ہی عقیدت واحترام اور اہتمام کے ساتھ ایصال ثواب کرتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (جنہیں کونڈے کے مخالفین غلطی سے اپنا روحانی باپ مانتے ہیں) اپنی معرکتہ الآراء کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں لکھتے ہیں۔

''حضرت امیر وذریت طاہرہ اور تمام امت برمثال پیراں ومرشداں مے پرستند وامور تکوینیہ را بالیشاں وابستہ میدانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام

ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع صدقات اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است و فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس"

ترجمہ: یعنی پوری امت حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم اور آپ کی اولاد پاک کو پیر و مرشد سمجھ کر دنیا کے تکوینی امور کو انہی سے وابستہ جانتی ہے اور ان کے نام کی نذر پیش کرنا، خیراتیں کرنا اور ختم درود پڑھنا اس کا معمول ہے جیسا کہ دوسرے تمام اولیاء سے عقیدت کے طور پر ان کے لئے ختم درود پڑھنا اور ان کا عرس کرنا اور ان کی یاد میں محافل منعقد کرنا اس کا معمول ہے۔

(فتاویٰ افریقہ ص 95 طبع مدینہ کمپنی کراچی از امام اہل سنت اعلیٰ حضرت)

شاہ صاحب کی اس پر اثر (Impressive) عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کی ابتداء 1906 میں نہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا معمول چلا آ رہا ہے کیونکہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے کے صاحبزادے ہیں جبکہ شاہ صاحب کی تحقیق میں حضرت علی اور آپ کی اولاد ثواب زمانہ قدیم سے امت مسلمہ کا معمول ہے۔ باقی رہا اس کو کونڈوں کے نام سے موسوم ہو جانا، ہندوستانی مسلمانوں کی علاقائی اصطلاح کی بنا پر ہے کیونکہ وہ آپ کے ایصال ثواب کا طعام (بعض احادیث فضیلت کے آنے کے باعث) عموماً مٹی کے ایسے برتنوں میں رکھ کر کھلاتے ہیں جنہیں ان کی بولی میں کونڈے کہا جاتا ہے۔ پس مجازی طور پر اس طعام اور ایصال ثواب کو کونڈوں کا نام دیا گیا ہے یہ نہیں کہ اس کی ابتداء ہی ہندوستان سے ہوئی۔

گستاخوں کے اس دعویٰ کے غلط ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کے دلیل پر 1906 والی سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے بھی کونڈے کے لفظ کا طعام ایصال ثواب اور کونڈے کرنے کے الفاظ کا بزرگوں کو ایصال ثواب کرنے کے معنی میں مستعمل ہونا پایا

جاتا ہے جو کہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کونڈوں کی ابتداء 1906ء بتانا ہرگز ہرگز صحیح نہیں چنانچہ غیر شیعہ عالم مولانا سید احمد دھلوی کی (1878 کی لکھی ہوئی) شہرہ آفاق اردو ڈکشنری فرہنگ آصفیہ (جلد 2 ص 597 طبع اسلامیہ پریس لاہور) میں لفظ کونڈا کے یہ معانی لکھے ہیں ''آٹا گوندھنے کا مٹی کا برتن، نذرو نیاز کی شیرینی) کسی ولی کی نیاز کا کھانا اور کونڈا کرنے کا یہ معنی لکھا ہے کسی ولی کے نام کی نیاز دلانا، کچھ پکا کر کونڈے میں کھلانا، پھر اس میں کونڈا کرنے کے ایصال ثواب کرنے کے معنی میں ہونے کی دلیل میں اس دور کے ایک اردو شاعر کا یہ شعر درج ہے۔

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور
کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

اگر آپ کو کونڈوں کے لفظ سے پریشانی ہوتی ہے تو تم ایصال ثواب کا نام دے کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصال ثواب کر دیا کرو جیسے تم خوش رہو ہم بھی آپ کو اس معاملے میں خوش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ کونڈے شیعہ کی ایجاد ہیں سراسر غلط ہے اور مسلمانوں کو ایک اچھے فعل سے روکنا ہے۔

مزید حوالوں کے لئے کہ کونڈے کہاں سے شروع ہوئے جو کہ (ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے) دیکھئے گزشتہ صفحات میں جو کہ قرآن، بخاری و مسلم کی احادیث مبارکہ و دیگر کتب سے ثابت ہے۔

کیا تم اولیاء اللہ کو زندہ سمجھ کر کونڈے کرتے ہو، کہاں سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں

اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام وشہداء علیہم الرضوان اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کیے گئے کہ وہ ان کو کھائے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی اپنے ابدان شریفہ کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے کفن

بھی صحیح وسلامت رہتے ہیں۔ وہ حضرات روزی ورزق دیئے جاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرہ الموتی میں لکھتے ہیں۔

اولیاء اللہ گفتہ انداروا حنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے برآید می گویند کہ رسول خدارا سایہ نبود (صلی اللہ علیہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین و آسمان وبہشت ہر جا کہ خواھند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد و آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند۔ حق تعالیٰ اصباد ایشاں را قوت ارواح ے دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) وذکر می کنند وقرآن کریم می خوانند۔

(تذکرۃ الموتی والقبور ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ: ص: 75)

ترجمہ: ''اولیاء اللہ (علیہم الرحمہ) کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں۔ اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔''

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

اولیائے خدا تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار

ومرزوق اند وخوشحال اند ومردم رازاں شعور نیست

(اشعۃ اللمعات: کتاب الجہاد، باب حکم اسراء 402/3)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خوش حال ہیں اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

"لا فرق لهم في الحالين ولذا قيل اولياء الله لا يموتون ولكن ينتقلون من دار الى دار" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: باب الجمعہ: 241/3)

ترجمہ: ''اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں اصلاً فرق نہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔''

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستحسن (Laudable) لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالے میں پسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا۔

يا ابا سعيدا ما علمت ان الاحياء احياء وان ماتوا وانما ينقلون من دار الى دار

(شرح الصدور: باب زیارۃ القبور وعلم الموتی ص 86)

ترجمہ: ''اے ابوسعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں

اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔"

ملاحظہ فرمائیے کہ

اعتراض (Remonstrate) جو گستاخ کرتے ہیں صرف بے عقلی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کرتے ہیں کیونکہ اولیاءاللہ قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔اس لئے اہل سنت والجماعت حنفی بریلوی ایصال ثواب بنام کونڈے دیکر کرتے ہیں۔

کیا ثواب کی نیت سے کونڈے پکا کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا جائز ہے کچھ گستاخ اس کو مردار اور حرام جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے بزرگ صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضوان علیہم اجمعین کے زمانے میں نہ تھا۔

جواب: ایصال ثواب کو چاہے بنام کونڈے دیدیں یا کوئی اور نام اس میں حرج نہیں کیونکہ مقصود ایصال ثواب ہی کرنا ہے۔اس میں اجمالی جواب یہ ہے کہ مسلمان مردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے۔جس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے شرح الصدور میں، فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں۔اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحب باطل ہو۔اس زمانے کے گستاخوں نے ایصال ثواب کا انکار کیا ہے اور خود اہل سنت کے اجماع قطعی کے مخالف ہیں۔پھر احادیث کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربت مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی و بدنی دونوں کو عام ہے۔یہی آئمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے

محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں اور یہی صحیح ، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی و مالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں۔ صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں یہ حسن کو حسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے۔ ہرگز ان میں کوئی منافات نہیں جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے۔ جیسے رکوع وجود میں قرأت قرآن سے متعلق ہے پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا۔ اور اسی میں ہے جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا۔

خود گستاخوں کے معلم اوّل مولوی اسماعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے۔ صراط مستقیم میں یوں اقرار وتسلیم کی راہ اختیار کی ہے۔ ''جب میت کو کوئی فائدہ پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔

(صراط مستقیم ، ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ۔ مکتبہ السلفیہ لاہور ص 64)

اور شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہو۔

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعا ہے تو یہ خود بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے۔

(صراط مستقیم ، ہدایت اولی در ذکر بدعاتیکہ الخ : المکتبہ السلفیہ لاہور ص: 55)

اور ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے۔ حصن حصین میں ہے۔

''دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے اور بلند کرے''

(ترمذی، مستدرک حاکم)

معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آداب دعا سے ہونا صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

خود گستاخوں کے معلم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے۔

وقت تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے۔اس لئے کہ حدیث شریف سے مطلقاً دعا میں اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

(مسائل اربعین)

ملاحظہ فرمائیے کہ

جاہل (illiterate) لوگوں کے بڑوں نے ایصال ثواب کو مطلقاً جائز کیا ہے اور ان گستاخوں نے تو حرام اور مردار تک پہنچا دیا ہے۔معلوم ہوا کہ یہ گستاخ اب بڑوں کے دین پر بھی نہیں ہیں۔کوئی نیا دین نکال کر لے آئے ہیں۔

الحاصل ان باتوں سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بری نہیں ہوتی اور اس کو بغیر دلیل مردار اور حرام کہنا کہاں سے ثابت ہوا۔

گستاخوں کے امام نے زبدۃ النصائح میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا ہے۔

کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب طریقے بدعت ہیں گو خاص بدعت حسنہ ہیں۔جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز صبح یا عصر کے بعد مصافحہ۔

(رسالہ زبدۃ النصائح)

اب گستاخ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور نو ایجاد قرار دینے کے باوجود ''حسنہ'' کیسے کہتے ہو اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو۔

اب کچھ اور اقوال گستاخوں کے بزرگان ومشائخ واساتذہ کے نقل کرتا ہوں تاکہ ان بے باکوں کو پتہ ہے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بنانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کونڈے کو حرام ومردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے برے دن دکھاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ) پر نیاز کیا۔ الخ

(انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت، المعارف گنج بخش روڈ لاہور، ص 106)

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو یوں نقل کیا ہے۔

بائیسویں حدیث: مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کے لئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا۔ ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں۔ صرف بھنے ہوئے چنے میسر آئے۔ وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کئے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور وشاداں ہیں۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین: کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد: ص 40)

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔

''تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت طلب کریں۔ اسی طرح روز پڑھتے رہیں۔ شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔''

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ذکر طریقہ خواجگان چشت: برقی پریس دہلی: ص 100)

یہی شاہ صاحب ''ہمعات'' میں فرماتے ہیں

''یہیں سے ثابت ہے اعراس مشائخ کی نگہداشت اور ان کے مزارات کی زیارت پر مداومت اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقے دینے کا التزام''

(ہمعات، ہمعہ 11، اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد سندھ، ص58)

یہی شاہ صاحب: زبدۃ النصائح: میں مندرج فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لئے حلال نہیں لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔ (زبدۃ النصائح)

یہی شاہ صاحب انفاس العارفین میں لکھتے ہیں۔

حضرت (یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ اسی وقت فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا یہاں تک کہ لوگوں کی آمدورفت ختم ہوگئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب آ گئی۔ اسی وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق سر پر لئے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے شوہر آجائیں تو اسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ کی درگاہ کے حاضرین کے پاس جاؤں گی۔ شوہر اسی وقت آئے۔ میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے۔

(انفاس العارفین: اردو دعوت مخدوم الہ دیہ: المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص: 112)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امور تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے اور ان کے نام فاتحہ و

درود اور صدقات کا معمول ہے اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ، باب ہفتم دار امامت، سہل اکیڈمی لاہور، ص:214)

یہ عبارات سراپا بشارت جس کا ایک ایک صرف مخالف کے سر پر برق خاطف یا تباہ کن بگولا ہے دل میں محفوظ رکھنا چاہئے اور گستاخوں سے پوچھنا چاہیے کہ یہ تمام کیا حکایتیں (Naration) ہیں جو تمہارے بڑوں نے لکھی ہیں اور یہ پوچھنا چاہئے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو صاف صاف گمراہ اور مشرک بنایا یا نہیں اور خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و مشرک ہوئے یا نہیں۔ ان کے مولوی اسماعیل دہلوی جوان کے غلاموں کا غلام اور ان کے مرید کا مرید ہے۔ صراط مستقیم کے اندر ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے۔ جناب ہدایت مآب ارباب صدق وصفا کے پیشوا۔ اصحاب فنا و بقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار، اولیاء کی سند، سارے جہاں پر اللہ کی حجت، انبیاء و مرسلین کے وارث پر ذلت و عزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبدالعزیز'' ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر و مشرک کی تعریف کر کے اور ان سے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کر کے خود کافر و مرتد ہوا یا نہیں۔ پھر تم سب اس کافر و مرتد کو امام و پیشوا سردار و مقتدا اور مرجع و ماوا بنا کر اور ہر مسئلہ وعقیدہ میں اس کے خط فرمان پر سر جھکا کر اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر و بے دین اور مرتد لعین ہوئے یا کچھ اور۔

پھر دیکھئے جو ہمارا مقصود اصلی ہے اس جواب کا۔

مولوی خرم علی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثابت نے ''نصیحۃ المسلمین'' میں لکھا ہے '' حاضری حضرت ابن عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارہویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ دربار کا، سرمنی بو علی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں صرف اُن کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔''

اس نیت سے ہرگز منع نہیں۔

(نصیحۃ المسلمین چند شرکیہ رسمیں، سبحان اکیڈمی لاہور، ص41)

خود ان گستاخوں کے بڑے نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی کی ہے۔

''اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو۔ اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔'' (رسالہ زبدۃ النصائح)

''یہ لفظ پڑھ کر کھلائے'' بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے گستاخ اسے مدار انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے و دعا مانگنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی چاہئے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ پڑھ کر کھلائے۔ یہ ان کی سب سے بڑی جہالت اور غفلت (Heedlessness) ہے۔

اسی طرح یہ لفظ ''غوث اعظم'' بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ ''تقویۃ الایمان'' کی رو سے کھلا ہوا شرک ہے۔

گستاخ تو فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور ان کے بڑے اولیاء کی نذر کھانے اور گائے کا گوشت سب کو حلال کہتا ہے۔ بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہتا ہے کہ جو جانور اولیاء کی نذر کیا اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں۔ پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حرمت کیسے۔ پھر بغیر نذر کے محض ایصال ثواب ہو تو وہ حرام کیسے۔ پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام ونشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قرأت اور طعام کا صدقہ درمیان میں آئے اس کے حرام ہونے کا کیا موقع؟

تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت برآئے تو اس قدر حضرت سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا۔ اگرچہ اس نذر میں کلام

ہے مگر کھانا حلال ہے۔ یہی حکم گوشت کا بھی ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت برآنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے۔ اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد گوشت ہے۔

اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔

اسی میں ہے۔

اسی طرح اگر گزشتہ اولیاء قدس اللہ اسرارہم کے لئے نذر کرے تو جائز ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد و جنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے۔ تو ان کے احوال بحالت حیات اور بعد وفات برابر ہیں۔

آگے لکھا ہے۔

اگر نذر کرے کہ میری حاجت برآئے تو دو سال کی فربہ گائے حضرت غوث الاعظم کی نیاز کروں گا تو اس کا حکم بھی حکم طعام کی طرح ہے۔

(رسالہ زبدۃ النصائح)

ملاحظہ فرمایئے کہ

گستاخوں کی چالاکی (Dextority) ان کے کام نہ آئی بلکہ خود ہی اس میں پھنسے ہیں۔ ان کے بڑے ایصال ثواب کو اس طریقے سے جائز قرار دے رہے ہیں اور یہ گستاخ مردار اور حرام قرار دے رہے لہٰذا ایصال ثواب چاہے امام غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو کیا جائے یا بنام کونڈے دیگر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو دیا جائے جائز و مستحسن ہے اور جو اس کو مردار اور حرام کہے وہ خود بدعتی اور گمراہ ہے۔

کیا تمہارے پاس امام جعفر صادق کی روح آتی ہے کہ میرے نام سے کونڈے کردو؟

کتنا غلط (Mendacious) عقیدہ ہے۔ ہر مسلمان کی روح اس کے گھر پر آتی ہے چاہے وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح مقدسہ ہو یا کسی عام مسلمان کی۔ رہا یہ کہ سنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح مقدسہ کو بنام کونڈے دیکر کیوں کرتے ہیں۔ اس میں حرج کیا ہے بلکہ یہ تو ان کے ساتھ سچی عقیدت اور انہیں مقدس بزرگ سمجھ کر وسیلہ دیتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول بھی فرماتا ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح تمہارے پاس آکر کیا یہ کہتی ہے میرے نام سے کونڈے کردو۔ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ ارواح چاہے جن کی بھی ہو وہ اپنے گھر آتی ہے۔ اور انتظار کرتی ہے کہ ان کی طرف سے کون صدقہ کرتا ہے۔

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو ہم یہ سمجھ کر ایصال ثواب نہیں کرتے کہ ہمارے پاس ان کی روح آئی ہے لہٰذا ہم ان کو ایصال ثواب کردیں یا کوئی چیز صدقہ کردیں بلکہ ہم تو حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سمجھ کر اور مقدس ہستی سمجھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔

ارواح کا اپنے گھر میں آنے کے بارے میں چند اقوال ہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں۔

''میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اسی کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میت کی طرف سے صدقہ اس کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں۔ خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں اور بعض علماء کا قول ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات: باب زیارت القبور: مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر 716/1)

شیخ الاسلام ''کشف الغطاء عما لزم ملموتی علی الاحیاء'' فصل ہشتم میں فرماتے ہیں۔

غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید روز عاشورہ اور شب برأت کو اپنے گھر آ کر باہر کھڑی رہتی ہیں۔ اور ہر روح غمناک بلند آواز ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میری اولاد اے میرے قرابت دارو! صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو۔ (کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء: فصل احکام دعا وصدقہ: ص 66)

امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی

''وھذا لفظ ابن مبارك: قال ان الدنیا جنة الکافر و سجن المومن و انما مثل المومن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی اسجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض یتفسح فیھا''

(کتاب الزھد لابن المبارک: باب فی طلب الحلال: حدیث 597 دار الکتب العلمیہ بیروت، ص 211)

ترجمہ: اور یہ ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ بے شک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمانوں کا قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔''

ابوبکر کی یوں روایت ہے۔

فاذا مات المومن یخلی به یسرح حیث شاء''

(مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الزہد: حدیث 16571 ادارۃ القرآن کراچی 355/13)

جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

ابن ابی الدنیا و بیہقی بن عسیب رضی اللہ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما باہم ملے۔ ایک دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟

کہا

"نعم اما المومنون فان ارواحهم فی الجنة وهی تذهب حیث شاء ت"

(شعب الایمان: باب التوکل والتسلیم: حدیث 1355، دار الکتب العلمیہ بیروت 121/2)

ترجمہ: "ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔"

☆ ابن المبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ عنہ سے راوی قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاء ت و نفس الکافر فی سجین

(کتاب الزہد لابن المبارک: باب ماجاء فی التوکل: حدیث 429، ص 144)

ترجمہ: بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کافروں کی روح سجین میں مقید ہیں۔

☆ ابن ابی الدنیا مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے راوی

"قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلة تذهب حیث شاء ت"

(شرح الصدور، بحوالہ ابن ابی الدنیا: باب مقر الارواح: خلافت اکیڈمی منگورہ سوات، ص 98)

ترجمہ: مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

☆ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔

رجح ابن البران ارواح الشهداء فی الجنة و ارواح غیرهم علی افنیة القبور فتسرح حیث شاء ت

(شرح الصدور: ص 105)

☆ علامہ منادی تبسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهیکل وانفکت من القبور بالموت تحول الی حیث شاء ت

(شرح جامع صغیر: تحت حدیث ان روح المومنین الخ

مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ 320/1)

ترجمہ: بے شک جب روح اس قالب سے جدااور موت کے باعث قبروں سے رہاہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔

☆ قاضی ثناءاللہ بھی تذکرۃ الموتی میں جرح (Inconvenience) کرتے ہیں۔

ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قداست اسرارہم)

از زمین وآسماں وبہشت ہر جاکہ خواہند فی روند"

(تذکرۃ الموتی والقبور: اردو ترجمہ مصباح النور: باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں

نوری کتب خانہ لاہور. 75

ترجمہ: اولیائے کرام قدست اسرارہم کی روحیں زمین، آسمان، بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

☆ خزانۃ الروایات میں ہے۔

"عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلة الجمعة وتنتش فجاؤ الی مقابرهم ثم جاوا فی بیوتهم"

(خزانۃ الروایات)

ترجمہ: بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی اور پھیلتی جاتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔

دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ میں فتاوی امام نسفی سے مدح سرا (Encomiast) ہے۔

ان ارواح المومنین یاتون فی کل لیلة الجمعة و یوم الجمعة فیقومون بفضناء بیوتهم ثم ینادی کلواحد منهم بصوت حزین یا اهلی و یا اولادی و یا اقربائی اعطفوا اعلینا با الصدقة واذ کرونا ولا تنسونا واحمونا فی غربتنا

(دستور القضاۃ)

ترجمہ: "بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر روز شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو، ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ، ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔"

☆ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما اذا کان یوم عید او یوم جمعة او یوم عاشوراء و لیلة النصف من الشعبان تاتی ارواح الاعوات و یقومون علی ابواب بیوتهم فیقولون هل من احد یذکر هل من احد یترحم علینا هل من احد یذکر غربتنا (الحدیث) (خزانته الروایات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آ

کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

ان تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ ارواح مقدسہ ہر مومن کے گھر آتی ہیں اور سنی حضرات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روح کو بنام کونڈے دیگر نذرانہ (Oblation) پیش کرتے ہیں تا کہ بزرگوں سے سچی عقیدت قائم رہے۔

بعض لوگ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر شمعیں روشن کرتے ہیں' یہ شمعیں روشن کرنا کہاں سے ثابت ہے

شمعیں روشن کرنا جائز ہے چاہے کوئی بھی بزرگ ہو۔ یہ شمعیں روشن کرنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر ولی اللہ کے مزار پر شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔ جیسے کہ ہمارے پیر و مرشد غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔ شمعیں روشن کرنا بزرگان دین کے مزاروں پر بے حد (Overwhelming) الفت ہے کہ مزاروں پر جا کر شمعیں روشن کرتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور اس کا ثواب اس مقدس ہستی صاحب مزار کی روح کو پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا کسی مصلحت کی بنا پر شمعیں روشن کرنا جائز ہے۔ رہا شمعیں روشن کرنا کہاں سے ثابت ہے اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

☆ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی قدس اللہ بہرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص (429) میں فرماتے ہیں۔

"قال الوالد رحمه الله تعالیٰ فی شرحه علی شرح الدرر من مسائل متفرقة اخراج الشموع الی القبور بدعة اتلاف مال

كذا في البزازية. و هذا كله اذا خلا عن فائدة و اما اذا كان موضع القبور مسجداً او علي طريق اوكان هناك احد جالس او كان قبر ولي من الاولياء او عالم من المحققين تعظيماً لروحه المشرقة علي تراب جسده كا شراق الشمس علي الارض اعلاما للناس انه ولي ليتبركوا به و يدعوا الله تعالى عنده فيستجاب لهم فهو امر جائز لا منع منه والاعمال بالنيات"

(الحدیقۃ الندیہ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد 630/2)

ترجمہ: یعنی والد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درر وغرر میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے ہو اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا زار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے۔ اس سے اصلاً ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

روى ابوداؤد والترمذي عن ابن عباس رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج الى الذين يوقدون

السرج علی القبور عبثًا من غیر فائدۃ کما ذکرنا

(الحدیقۃ الندیہ: ایقاء والشموع فی القبور، نوریہ رضویہ فیصل آباد: 630/2)

ترجمہ:

''ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔ یعنی ان لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔''

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کی روایت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہ ہی عبارت فتاویٰ بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کے معنی روشن فرمادیئے اور تصریحاً ارشاد فرمایا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لئے ہو ہرگز منع نہیں۔

فائدہ کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا، ور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر برسر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے۔ ثواب پہنچائیں گے۔

گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ کے لئے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا۔ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا چاہے گا تو پڑھ سکے گا۔

(۴) مذکورہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم کو بھی بروجہ

اولی شامل ہیں کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتی ہیں۔

گزر گاہ بھی ہوتی ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادراً خالی ہوتے ہیں۔ مگر امام ممدوح ان پر اکتفانہ فرما کر خود مزارات کریمہ کیلئے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کیلئے روشنی کی جائے۔

ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم اور تعظیم اہل اللہ دلیل ایمان و موجب رضائے رحمان عزوجل۔

قرآن مجید میں ہے

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

(17/32) الحج

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

اور فرمایا

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

(17/30 پارہ الحج)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کے آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے''۔

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلا و مذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا۔ جائز و مستحب ہے کہ دلیل و تعظیم و ادب ہے۔''

درمختار میں ہے

جاز تحلية المصحف لما فيه من تعظيمه كما في نقش المسجد (كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع مطبع مجتبائي دهلي 245/2)

مصحف شریف مطلا و مذہب کرنا جائز ہے کیونکہ میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنے میں۔

یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار پہلے نہ تھے بلکہ حدیث میں تھا۔

لتنرفرفنها کما زخرفت الیهود والنصاریٰ

رواه ابوداؤد عن ابن عباس رضی الله عنهما

(سنن ابی داود: باب فی بناء المسجد، آفتاب عالم پریس لاہور 65/1)

ترجمہ: تم مسجدوں کی آرائش کرو گے جیسے یہود ونصاریٰ نے آرائش کی۔

اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔

تبیین الحقائق میں ہے۔

لا یکره نقش المسجد بالجص وماء الذهب

(تبیین الحقائق: فصل کرہ استقبال القبلہ. مطبعۃ کبریٰ امیریہ مصر: 168/1)

ترجمہ: گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے۔

یونہی مسجدوں کے لئے کنگرے بنانا مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں اگرچہ پہلے نہ تھے۔

بلکہ حدیث شریف ہیں۔

ابنو المساجد واتخذ وها جماً

رواه ابن ابی شیبہ البیہقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(السنن الکبریٰ باب فی کیفیۃ بناءُ المسجد دارصادر بیروت 439/2)

ترجمہ: مسجدیں منڈی بناؤ۔

اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے۔

ابنوا مساجد کم جماوا بنوا مدائنکم مشرفة

رواہ ابن ابی شیبہ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

(المصنف ابن ابی شیبہ: ادارۃ القرآن دارالعلوم اسلامیہ کراچی 309/1)

ترجمہ: مسجدیں منڈی بناؤان میں کنگرے نہ رکھو اور اپنے شہراونچے کنگرے دار بناؤ۔

اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

مگراب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔

و ما راۃ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن

(مسند احمد بن حنبل: دارالفکر بیروت 379/1)

اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے۔

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں۔

"استنبط کراھیة زخرفة المسجد لاشتغال قبل المصلی بذالك اور لصرف المال فی غیروجھه نعم اذا وقع ذالك علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیه من بیت المال فلاباس به ولوا وصی بتشیید مسجد و تحمیرہ و تصعیرہ نفذت و صیته لانه قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنھم و کافرھم تشیید بیوتھم و تزینھا ولونبینا مساجدنا باللبن وجعلنھا متطامنة بین الدور الشاھقة وربما کانت لاھل الذمة لکانت مستھانة

(ارشاد الساری شرح البخاری: باب بنیان المساجد: دارالکتب العربی بیروت 440/1)

ترجمہ: ''یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لئے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچکاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لئے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کر دی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہوں گی۔ کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔''

مجھے بحار الانوار جلد ثالث صفحہ 140 میں ہے۔

''قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء و العلماء لیزورھم ویستریحون فیہ''

(تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر منشی نولکشور لکھنو 140/3)

ترجمہ: ''بے شک ائمہ سلف وصالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔''

جواہر اخلاطی میں ہے۔

ھو وان کان احداثًا فھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیء کان احداثًا وھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیء یختلف باختلاف الزمان و المکان۔

(جواہر الاخلاطی کتاب الاحسان والکراھیۃ قلمی نسخہ ص168/ب)

ترجمہ: ''یعنی یہ اگرچہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں

کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔''

یعنی ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں۔

جیسے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

لو رأى النبي صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء المنعهن المساجد كما منعت نساء بني اسرائيل

(صحیح مسلم: باب خروج الفساد الی المساجد: نور احمد اصح المطابع کراچی 183/1)

ترجمہ: ''یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں تو انہیں مسجدوں سے منع فرما دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔''

اور آخر ائمہ دین نے عورتوں کو مساجد سے منع فرما ہی دیا کیونکہ یہ ایک مصالحت (Rapprochement) کی بناء پر منع کرنا تھا۔

حالانکہ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله

رواہ احمد و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہا (صحیح مسلم 183/1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

اسے امام احمد و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ

کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا۔ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، جاہل یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف و صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک و احتشام کے محتاج نہ تھے تو

ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع اب کہ بے تزک و احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی۔ اب ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی۔ مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش و نگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانا چادر چڑھانے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر بے سمجھ اور بے وقوف۔

امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمختار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتی میں مزارات اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں اور شمعیں روشن کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ شمعیں روشن کرنا اولیائے کرام کی مزارات پر یا اولیائے کرام کے مزارات پر عمارت کا بنانا اگر جائز ہے تو پھر عوام کی قبروں پر کیوں اجازت نہیں دی جاتی۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو کہ آدمی اگر یہ آیہ کریمہ۔ ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یو ذین (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے تو انہیں ایذا نہ دی جائے)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تعظیما لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ

(الحدیقۃ الندیہ: ایقاد الشموع فی القبور، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد 630/2)

یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔

اگر پھر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تعظیما لروحہ: کہ ان کی روح کی تعظیم معاذ اللہ درست نہیں ہے تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ ان کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم السلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (9/48)

ہم نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو۔

ایک اور جگہ قرآن میں ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الخ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (157/7)

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی امی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی تو جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (12/5)

''بے شک اگر تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرض حسن دو تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔''

بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (24/7)

''اور جھکا دو تم ان (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے باز ورحمت سے''

کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء ووالدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے۔

امام ممدوح قدس سرہ نے شبہہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ

تعظیما لروحه الی قوله قدس سره والاعمال بالنیات۔

(الحدیقۃ الندیہ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد 630/2)

یعنی تعظیم خشت وگل نہیں بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہ محمود ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

سبحان اللہ کیسے جامع کلمات فرمائے کہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو تو اچھا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ تعبد کو تقرب ہی کہا جاتا ہے گویا کہ یوں کہنا کہ تقرب وتعبد ایک ہی چیز ہے تو یہ کہنا محض باطل ہے بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے۔ تعبد سے تعظیم اعم ہے اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط وارسال ہدایا تقرب ہے تعظیم نہیں۔

اس مقام کی تفصیل ردالمختار میں ہے۔

اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم وافتراء ہے۔

درمختار میں منیۃ الفتاویٰ وذخیرہ وشرح وہبانیہ سے ہے۔

انا لا نسی ء الظن با المسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحو۔ (در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دهلی 230/2)

کسی مسلمان کے متعلق ہم یہ گمانی نہیں کر سکتے کہ وہ کسی انسان کی طرف اس طرح کا تقرب کرے گا۔

ردالمختار میں ہے۔

ای علی وجه العبادة لانه المکفر و هذا بعید من حال المسلم

(ردالمختار کتاب الذبائح ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر 197/5)

یعنی عبادت کے طور پر تقرب اس لئے کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کے حال سے بعید ہے۔

لہذا یہاں پر تعبد مراد نہیں ہے تعظیم مراد ہے ورنہ تو سب کے سب کافر ہو جائیں گے۔ دیکھئے کہ جیسے سرکار اعظم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم من طیبہ وآلہ وبارک وسلم میں وہ جلیل وجمیل روشنی وہ جانفزا دلکشا روشنی، وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک و احتشام سے ہوتی ہے کہ یہ روشنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کیلئے ہی ہوتی ہے۔

پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ تو روشنی مسجد نبوی کے لئے ہوتی ہے نہ کہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں کے فرشی جھاڑ و اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزار ہا روپے کے شیشہ آلات اور ان کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو (Escallop) تو آپ کی بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لئے سب جائز ہوا۔ اگر کوئی وہاں ذرا حج وزیارت سے مشرف ہوں وہاں ان کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیا گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کی پوری روشنی نہیں دیتی اور سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لئے ہوتی تو مسجد الحرام زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ سے بھی افضل ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ اور مسجد میں روشنی دیواروں اور مٹی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصود ہے کہ اصالتاً بنائے مسجد انہی کے لئے ہے ولہذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصوں میں ان کی آمد ورفت مسجد میں رہتی ہو اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کر دی ہو۔ ایسی جگہ کے علاوہ باقی مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی ختم کر دینے کا حکم ہے کہ اب اسراف و مال کا ضائع کرنا ہے۔

فتاویٰ خانیہ وفتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لاباس بان يترك سراج المسجد الى ثلث الليل ولا يترك اكثر من ذالك الا اذا شرط الواقف ذالك او كان ذالك معتادا فى ذالك الموضع

(فتاویٰ قاضی خان: کتاب الوقف، منشی نولکشور لکھنؤ: 716/4)

ترجمہ: مسجد کا چراغ مسجد میں تہائی رات تک جلتا چھوڑ دینے میں حرج نہیں اور اس سے زیادہ نہ جلایا جائے لیکن جبکہ واقف نے اس کی شرط رکھی ہو یا وہاں اس کا رواج ہو۔

سراج وھاج پھر ہندیہ میں ہے:

لو وقف علي دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين و يجوز الى ثلث الليل او نصفه اذا احتج اليه للصلوٰة فيه

(فتاویٰ ہندیہ: الباب الحادی عشر فی المسجد: نورانی کتب خانہ پشاور: 459/2)

ترجمہ: ''اگر مسجد کے چراغ کے لئے وقف کیا تو پوری رات چراغ جلانا جائز نہیں بلکہ تہائی رات تک جواز ہے یا نصف شب تک جبکہ نماز کے لئے اس کی ضرورت ہو۔''

اور سنئے کہ مسجد اکرم سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا لوگوں کو باہر کر کے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں اور یہ عادت آج سے نہیں بلکہ صدہا سال سے ہے۔

امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفا میں جس کی تصنیف 886ھ میں ہوئی پھر اس کے خلاصہ خلاصۃ الوفا میں مختصر مگر بلیغ تقریر (Laconism) نقل کرتے ہیں۔

"يطاف الاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاخرة

بفوانیس ستة رتبھا شیخ الحدام شبل الدولة کافور المظفری الحریری و کان الطواف قبله بشعل من السعف"

(وفاء الوفاء فصل:31 عدد قنادیل المسجد: دار احیاء التراث العربی بیروت 2/682-681)

ترجمہ: نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کے لئے اب چھ فانونس لے کر دورہ کرتے ہیں جن کو خدام کے شیخ شبل الدولہ کافور المظفری الحریری نے بنایا ہے جبکہ قبل ازیں کھجور کی شاخ کی شمع سے دورہ ہوتا تھا۔

☆ نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر اصحاب کرام علیہم الرضوان کی عظیم حکایت دال ہے۔ جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف 886ھ اور اس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ امام محب الدین طبری متوفی 694ھ کتاب التاریخ المدینۃ للامام الحلیل ابی محمد عبداللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے۔

اوران سب سے پہلے خادم روضہ مطہرہ نے امام ابوعبداللہ قرطبی کے سامنے سے روایت کیا اس کی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ثابت۔

بلاذری نے ابوسعید مولی ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

"قال کان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احداً الا اخرجه الارجلا قائم یصلی"

(وفاء الوفا فصل 30 فی تحصیب المسجد احیاء التراث العربی بیروت 1/669)

ترجمہ: "فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لئے دورہ فرماتے تھے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرمادیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔"

مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے اور فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح

فرمائی۔

وہی بزازیہ کتاب الوقف فصل رابعہ ملاحظہ کیجئے۔

يجوز ترك السراج المسجد فيه من المغرب الى العشاء لا كل الليل الا اذا اجرت العادة بذلك كمسجد سيدنا صلى الله عليه وسلم

(فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ: کتاب الوقف: نورانی کتب خانہ پشاور 269/2)

ترجمہ: جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ کہ تمام شب، مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کیلئے نہیں ہے بلکہ روضہ اقدس کے لئے ہے۔
اب یہ سنیں کہ روشنی روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کتنے سو برس سے رائج ہے جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی اور یہ کہ وہ خاص روضہ اطہر ہی کے واسطے ہے کہ بہ نیت مسجد اور یہ کہ وہ بمنظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعل سلاطین۔

کتاب مستطاب خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تصنیف 893ھ کے باب رابع کی شانزدگانہ فصلوں میں فصل نمبر 11 روضہ اقدس کے تزک واحتشام و شیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی اور فصل نمبر 14 مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی اس فصل مسجد میں فرمایا۔

"بصحن مسجد اربع مشاعل تشعل فی ليالی الزيارات المشهورة قاوما علمت اول من احدثها و با المسجد سلاسل كثيرة للقناديل عملت بعد الحريق والمرتب للوقود منها يزيد و ينقص لما لا يخفى۔

(وفاء الوفا: فصل 31 دار احیاء التراث العربی بیروت 681/2)

ترجمہ: مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اول یہ مشعلیں کس نے رکھیں اور مسجد میں قندیلیوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔

اور فصل روضہ انور میں فرمایا۔

امام معاليق الحجرة الشريفة التى تعلق خولها من قناديل الذهب والفضة ونحوهما فلم اقف على ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال ما لفظه فى سقف المسجد الذى بين القبلة والحجرة على رأس الزوارا وقفوا معلق نيف و اربعون قنديلا كبارا و صغارا من الفضة المنقوشة و الساذجة و فيها اثنان من بلور و واحد من ذهب و فيهما قمر من فضة مغموس فى الذهب وهذه تنفذ من البلد ان من الملوك و ارباب الحشمة انتهى۔ و عمل من ذكر مستمر بذالك لم تزل هذه القناديل فى زيارة و من احسن ما رأيت من معاليق الحجرة قنديل من فولاد كبير احسن التكوين مخرما مكفتا بذهب يضىءَ اذا اسرج فيه و عليه مكتوب ان الناصر محمد بن قلا دون علقه بيده هناك. انتهى ملتقطا

(وفاء الوفاء، فصل 25، دار احیاء التراث العربی بیروت 584/2)

حاصل یہ کہ روضہ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی روضہ اطہر کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتداء کب سے ہے۔ ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی 642ھ نے اپنی کتاب الدر الثمینہ فی اخبار المدینہ

میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے ہیں کہ دیوار قبلہ سے حجرہ مقدسہ تک ہے جب زائرین مواجہہ اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہوں۔ ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اوران میں دو بلور کی ہیں۔ ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے۔ سونے میں مفرق اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین وامراء حاضر کیا کرتے ہیں۔ انتہی اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر الدین محمد بن قلادون نے اسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی ملتقطاً

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضہ مطہرہ کے لئے ہے اور یہ کہ کتنی کثیر شاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔

اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنئے۔

علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص (30) میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے 984ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع محمد چادیش خان کے ہاتھ کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرہ انور کے مقابل صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناظر حرم

محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: وكافة العلماء والفقهاء والموالى

یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف ودیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔ ادھر وہ طواف میں ہیں اور ادھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت وشریف کے لئے باآواز بلند دعا کررہا ہے اور تمام حاضرین دعا وآمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء وفقہاء وامراء وعظماء نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا۔

علامہ ممدوح فرماتے ہیں۔

وكان يوما شريفاً مشهودا و وقتا مباركا متيمنا مسعوداً

اور وہ دن بزرگ اور تمام عیان نہ کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ با سعادت تھا۔

پھر محمد جاویش خان باقی قندیل لے کر سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

واجتمعت له اكابر المدينة الشريفة و اعيانها و علماؤها وصلحاؤها

''ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر وعمائد وعلماء وصلحاء سب جمع ہوئے۔''

و عمل محفل شريف في الحرام الشريف النبوى

اورحرم شریف نبوی میں محفل منعقد کی گئی۔

و فتحت الحجرة الشريفة النبوية على ساكنها افضل الصلوٰة

و علق ذالك القنديل تجاه وجه النبی صلی الله عليه وسلم

حجرہ طاہرہ مزار پر انوار حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کھولا گیا اور وہ سونے کی قندیل جواہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں آویزاں کی گئی۔

(الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام)

و قرئت الفواتح و حصل الدعاء

حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی۔

علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

وهو اوّل من علق قناديل الذهب فی الحرمين الشريفين من سلاطين آل عثمان خلد الله تعالیٰ سلطنتهم و قد سبق بهذه المنقبة الشريفة اباء ه السلاطين العظام

(الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام)

یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل ان کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے۔

سلطان مراد خان نے اس کی پہل کی کہ حرمین شریفین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں۔ وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔ اس خاتمے سے دو فائدے ظاہر ہوئے۔ ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خان نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر زندہ دلی (Jauntiness) سے عبارت سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف

رجوع کیجئے اور وہ سنئے جو امام ممدوح سیدی نور الدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اس جانفزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں وہ عبارت یہ ہے۔

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ و ذھب فیہ الی جوازھا و صحۃ و قفھا و عدم جواز صرف شیء منھا لعمارۃ المسجد

(وفاء الوفاء فصل 25 دار احیاء التراث بیروت 2/595-591)

”بے شک امام اجل تقی الدین علی بن عبدالکافی متوفی 756ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام ”تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ“ رکھا اور اس کتاب میں ان کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔“

یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں۔

الامام المجمع علی جلالتہ و اجتھادہ (امام ابن حجر)

وہ امام کہ ان کی جلالت شان وقابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔

صلاح صفدی نے کہا

الناس یقولون ما جاء بعد الغزالی مثلہ و عندی انھم یظلمونہ و ما ھو عندی الامثل سفیان الثوری۔ (صلاح صفدی)

”لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔“

جو رجلہ اکابر تابعین سے تھے وہ اس روشنی کو فقط جائز بھی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اترتا ہے۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ خاص بزرگوں کی یہ تعظیم کیوں کرتے ہیں چراغ جلا کر در

کی بھی کریں جیسے فساق، فاجر ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فاسق فاجر کی قبر پر کریں تو نفس قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور یہ معظم نہیں بخلاف مزارات اولیائے کرام علیہم الرحمٰن کہ یہاں قبر یعنی خشت وگل کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ ان کی روح کریم کی تعظیم ہے۔

جیسا کہ نابلسی نے فرمایا

تعظیمًا روحه المشرفة

(الحدیقۃ الندیہ: ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد: 630/2)

''ان کی روح مبارک کی تعظیم کیلئے''

تعظیم قبور معظمین کہ حقیقۃً تعظیم معظمین ہے بلکہ یہ عقیدت والوں کے لئے خوش طبعی (Humorousness) ہے۔

اور یہ کسی نے منع نہیں کی۔

اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے۔

ثم یهض فیتوجه الی قبره صلی اللّٰه علیه وسلم ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب و اعظم للحرمة و یقف کما یقف فی الصلوة قدر الی حجة

(فتاوی ہندیہ، خاتمہ فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور 265/1)

یعنی پھر کھڑا ہو کر قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ بقدر ضرورت۔

☆ منسلک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے۔

ولیغتنم ایام مقامه با المدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد و ادامة النظر الی لحجرة الشریفة ان تیسرا و القبة المنفیة ان تعسر مع المهابة والخضوع والخشیة

والخشوع ظاهراً وباطناً فانه عبادة كالنظر الى الكعبة الشريفة

(المسلک المقسط شرح مسلک متوسط مع ارشاد الساری فصل والیغتنم ایام مقامہ دار الکتاب العربی بیروت ص 341)

ترجمہ: ''یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزار اطہر کے حجرہ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر''

علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں تعریف وتحسین (Furore) کے ساتھ فرماتے ہیں۔

ومنها ان لا يستدبر القبر الشريف

(حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل)

یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔

سید اقدس قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء لوفاء میں فرمایا

فی الصلوة ولا فی غيرها

نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔

پھر امام عز الدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا۔

اذا اردت صلوة فلا تجعل حجرته صلى الله عليه وسلم وراء ظهرك ولا بين يديك والادب معه صلى الله عليه وسلم بعد وفاته مثله فی حياته فی كنت صانعه فی حياته فاصنعه بعد وفاته من احترامه و الاطراق بين يديه صلى الله عليه وآله وسلم

(وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت 1410/4)

جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرہ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے ساتھ رکھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا۔ تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزار اطہر کے حضور کر۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے اور اگر پھر بھی اس میں کوئی خواہ مخواہ کا قیل وقال (Confabulation) کرے تو وہ سب سے بڑا گستاخ ہے۔

اور اگر تعظیم کے ارشادات ائمہ اگر جمع کیے جائیں تو یہ ایک دفتر ہو اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبر اطہر ہوگی۔ جو حدیث میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجال جہان آراء کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی۔

در منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من صلی علی روح محمد فی الارواح و علی جسده فی الاجساد و علی قبره فی القبور رانی فی منامه و من رانی فی منامه رانی یوم القیامة و من رانی یوم القیامة شفعت له و من شفعت له شرب من حوضی و حرم الله جسده علی النار

(در منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی)

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسم اطہر پر اجسام میں اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجتے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوضِ کریم سے پیئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔

اللھم ارزقنا بجاھہ عندك امین

یا اللہ عزوجل قبول فرما۔

علماء فرماتے ہیں یعنی یوں درود شریف پڑھو۔

اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح اللھم صلی علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد ، اللھم صلی علی قبر سیدنا محمد فی القبور

روضہ مبارک پر درود بھیجنے کا حکم ہوا اور درود وہ تعظیم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں اور یہ ہی تو تعظیم ہے اور یہ ہی مذہبی اثر کا حامی (Clericalist) ہے۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ چراغ خاص قبروں پر نا جائز ہے اگر تعظیم بھی ہو تو نا جائز ہوگا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بفرض تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر۔

یعنی اگر کوئی شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر مناروں یا دیواروں پر رکھتا ہے تو حرج نہیں ہے۔ علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ تصریح فرمائی کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خاص طور پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میت ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں۔ یہ خود آگ ہے۔ اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر خول میں حرج مسلم نہیں۔

درمختار میں ہے۔

لیسوی اللبن علیہ و القصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلا یکرہ

(درمختار: باب صلوۃ الجنائز: مطبع مجتبائی دہلی: 125/1)

اس پر کچی اینٹ اور بانس چن دیں، پکی اینٹ اور لکڑی اس کے گرد نہ رکھیں۔ ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔

ابن ملک بدائع میں ہے۔

لانه مما مسته النار فیکره ان یجعل علی المیت تفاولًا

(بدائع الصنائع فصل فی سنۃ الحفر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی 378/1)

اس لئے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاول کے سبب میت پر چننا مکرہ ہے۔

حلیہ میں ہے۔

قال الامام التمر تاشی هذا اذا کان حول المیت فلو فوقه لا یکره (حلیة المحلی شرح منیة المصلی)

امام تمرتاشی نے فرمایا۔ یہ اس وقت ہے جب خاص میت کے گرد ہو اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔

پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ علی معنی حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے۔ درباره مسجد تو آپ کو بھی مسلم کہ علی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔

اب کہیے استغفر اللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

علی ہذا القیاس دیواروں پر چراغ جلانا جائز ہو جائے گا۔ سب لوگوں کو آسانی اپنے کے لئے کثرت چراغاں کا ثبوت پیچھے مذکور ہوا جو روشنی روضہ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور ذکر کرتا ہوں تا کہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکا چوند سے جل اٹھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں صریح (Perspicuous) عبارت نقل فرماتے ہیں۔

حکی ابو علی الرودباری رحمہ اللہ تعالیٰ عن رجل انہ اتخذ ضیافۃ فاوقد فیھا الف سراج و قال لہ رجل قدا سرفت فقال لہ ادخل فکلما او قدتہ لغیر اللہ فاطفئہ فد خل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منھا فانقطع

(احیاء العلوم الدین الباب الرابع من آداب الضیافۃ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ 20/2)

یعنی امام اجل عارف اکمل، سند الاولیاء، حضرت سیدنا امام بوعلی اور باری رضی اللہ عنہ کہ اجلہ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ 322ھ میں وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں ان کی نسبت فرمایا: اظرف مشائخ میں سب سے زیادہ عقل منداور طریقت کے سب سے بڑے عالم حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندۂ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں ہزار ہا چراغ روشن کئے۔ کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحب خانہ نے فرمایا اندر آیئے جو چراغ میں نے غیر خدا کے لئے روشن کیا ہو وہ گل کر دیجئے۔ معترض اندر گئے۔ ہر چند کوشش کی مگر ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے آخر قائل ہو گئے۔

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے چراغ اس صورت میں جلائے اور بزرگوں کی روح کریم کی تعظیم وتکریم مقصود ہو اب یہ نہ اسراف ہے اور نہ ممانعت کیونکہ اس میں نیت صالحہ موجود ہے نہ یہ تعظیم قبر ہے بلکہ تعظیم روح محبوب ہے اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب۔

امام اجل تقی الدین سبکی و امام نورالدین سمہودی و امام عبدالغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیم روح ولی۔ محض خراف وبدگمانی وحرام بنص قرآنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًاO (القرآن 36/17)

اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان آنکھ ہر ایک سے

باز پرس ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

اِثْمٌ (12/49)

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

افلا شققت عن قلبه

(مسند احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن زید دار الفکر بیروت 207/5)

تو تو نے اس کا دل کیوں نہ چاک کیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث

(صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ من وصیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی 384/1)

گمان سے بچو کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

اور تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔

عارف نابلسی کا ارشاد گزرا اور امام سمہودی فرماتے ہیں۔

ليس القصد تعظيم بقعة القبر بعينها بل من حل فيها

(وفاء الوفاء الفصل الثانی من الباب الثامن دار احیاء التراث العربی بیروت 1366/4)

خاص زمین قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ مسند شریف میں صداقت پسندی (Scrupulous) سے بسند حسن روایت فرماتے ہیں۔

اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعًا وجهه على القبر فاخذ

مروان برقبته ثم قال هل تدری ما تصنع فا قبل علیه فقال نعم انی لم أت الحجر انما جئت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم أت الحجر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکو علی الدین اذا ولیه غیر اهله

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی ایوب انصاری، دارالفکر بیروت 422/5)

''یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا۔ جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں۔ میں سنگ وگل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو۔ ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نااہل والی ہو''

یہ صحابی سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ تو معلوم ہوا کہ تعظیم قبر و روح مطہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت ہے اور اسی کے ترکہ سے گستاخوں کو پہنچی اور تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم ہی برکت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ اور الحمدللہ اہل سنت والجماعت بریلوی کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی میراث ملی۔

لہٰذا اس تمام بحث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ بزرگوں کی روح کی تعظیم کرنا جائز اس طور پر کہ چراغاں کی جائے اور یہ عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے پھر اگر کوئی شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مزار پر انوار پر جا کر تعظیم روح کی حیثیت سے چراغاں کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے پھر بھی اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے وہ جاہل بد دماغ ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین علیہم الرحمان کی روح مبارک اوران کے جسد اطہر کو سدا بہار (Sengreen) رکھا ہے وہ اپنے مزارات کے اندر حیات ہیں ان کو ایک آن کے لئے موت آئی اس کے بعد ان کو ہمیشہ زندگی ملی ہے جن میں ذکر اللہ کرتے ہیں۔

مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے اسی لئے تو فرمایا تھا کہ میری قبر گہری بنانا تا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو میں کھڑے ہو کر تعظیم کرسکوں ہاتھ باندھ کر درود وسلام نذرانہ کرسکوں۔

اسی لئے کسی نے خوب کہا ہے۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پہ گروں
اگر فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
اب تو پائے ناز سے میں اے فرشتوں کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

لہٰذا بزرگان دین علیہم الرحمٰن اپنی قبور میں حیات ہیں اگر کوئی وہاں جا کر ان کا وسیلہ پیش کریں تو وہ سنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور بزرگان دین علیہم الرحمہ کی تعظیم وتوقیر اور ان کے ساتھ سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر بعض لوگ کونڈے کر کے استعانت مانگتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟

اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے مدد مانگنا جائز ہے اوران کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے۔ ہم اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے مانگتے ہیں کہ وہ دربار الٰہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجت ہو جائیں۔ تو جب اولیائے کرام کو وسیلہ بنا کر مدد مانگنا جائز ہوا تو اس سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگنا بھی جائز ہوا کیونکہ وہ بھی اولیائے کرام علیہم الرحمہ اور سادات کرام میں سے ہیں لہٰذا ان کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہو

ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز ہے تو پھر

دیکھیے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (153/2)

نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔

کیا یہاں صبر خدا ہے جس سے مدد حاصل کرنے کا حکم ہوا ہے۔ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کا حکم دیا گیا ہے۔

اور سنیئے

دوسری آیت میں فرمایا گیا۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (2/5)

آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر۔

کیوں جناب! اگر غیر خدا سے مدد لینا مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی عزوجل کا کیا مقصد اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

یہ تو آیت کریمہ سے ثابت ہوا غیر اللہ سے مدد مانگنا اب احادیث کریمہ سے ثابت کرتا ہوں۔

بزرگوں سے مدد مانگنے کے بارے میں مدحیہ (Laudatory) ثبوت ملاحظہ ہوں۔

احادیث مبارکہ کی گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث مبارکہ میں صاف صاف حکم ہے کہ صبح کی عبادت سے استعانت کرو۔ شام کی عبادت سے استعانت کرو۔ کچھ رات کی عبادت سے استعانت کرو۔ علم کے لکھنے سے استعانت کرو۔ سحری کے کھانے سے استعانت کرو۔ دوپہر کے سونے سے استعانت وصدقہ سے استعانت کرو۔ عورتوں کی خانہ نشینی میں انہیں ننگا رکھنے سے استعانت کرو۔ حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے

سے استعانت کرو۔ کیا یہ سب چیزیں گستاخوں کی خدا ہیں نعوذ باللہ۔ کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں اگر پتہ نہ ہوں تو پھر سنئے۔

"البخاری و النسائی عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم استعینوا بالغدوة والروحة و شیء من الدلجة

(صحیح البخاری: کتاب الایمان: باب الدین یسر، قدیمی کتب خانہ کراچی 10/1)

امام بخاری ونسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت کرو۔

فائدہ: کیوں جناب! صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت خدا ہے۔

والحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم استعن بیمینك علی حفظك

(کنز العمال: حدیث 245/10:29305)

حکیم ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اپنے حافظ کی امداد کروا پنے ہاتھوں سے۔

کیوں جناب!

ہاتھ خدا ہیں جن سے مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳)

"ابن ماجة و الحاکم و الطبرانی فی الکبیر و البیهقی فی شعب الایمان عنه رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار و بالقیلولة علی

قیام اللیل"
(سنن ابن ماجہ ابواب الصیام باب ماجا فی السحور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص 123)

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دن کے روزے رکھنے پر سحری کے کھانے سے استعانت کرو اور رات کے قیام کے لئے قیلولہ سے استعانت کرو۔

فائدہ:

کیوں جناب! نعوذ باللہ قیلولہ خدا ہے جس سے استعانت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بڑے مفکر (Ovoetic) ہو نہ ہو یہاں بھی کچھ حکم لگاؤ۔

(۴)

الدیمی فی مسند الفردوس عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی الرزق بالصدقة

(کنز العمال بحوالہ فر عن عبداللہ بن عمر حدیث 15961 موسسۃ الرسالۃ بیروت 343/6)

دیلمی نے مسند فردوس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ رزق پر صدقہ سے استعانت کرو۔

فائدہ:

کیوں جناب! نعوذ باللہ صدقہ خدا ہے جس سے مدد مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

(۵)

ابن عدی فی الکامل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی النساء بالعری فان

احدهن اذا كثرت ثيابها واحسنت زينتها اعجبها الخروج

(کنز العمال بحوالہ عد عن انس حدیث 44952 372/16)

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگی لباس سے کیونکہ جب ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔

فائدہ:

کیوں جناب والا! نعوذ باللہ لباس خدا ہے جو کہ عورتوں کے لئے زیادہ ہونے کی وجہ سے زینت بن رہا ہے۔

(۶)

والخرانطي في اعتلال القلوب عن امير المومنين عمر الفاروق رضي الله عنهم عن النبي صلى الله عليه وسلم.

استعينوا على انجاح الحوائج بالكتمان

(کنز العمال بحوالہ عق، عد، طب، حل، هب، عن معاذ بن جبل، الخرائطی فی اعتلال القلوب عن عمر خط وابن عساکر خل فی فوائدہ عن علی حدیث 16800 موسۃ الرسالۃ بیروت 517/6)

خرائطی نے اعتلال القلوب میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔

فائدہ:

کیوں حضور والا! نعوذ باللہ حاجت چھپانا کیا خدا ہے جس سے استعانت کا حکم دیا گیا ہے۔ اکثر (Frequently) تم لوگوں کو بہکاتے رہتے ہو کہ دیکھو یہ شرک کر رہے ہیں تو یہاں بھی شرک کا حکم لگاؤ نہ پتہ لگے ذرہ کہ حدیث کیا کہہ رہی ہے۔

یہ احادیث مبارکہ تو افعال سے استعانت میں ہوئیں اس کے علاوہ اشخاص سے استعانت میں سنئے۔

(۷)

احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ بسند صحیح ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انا لا نستعين بمشرك

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور 19/2)

ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔

فائدہ:

اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی۔ والہذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں۔

اسلم استعن بك على امانة المسلمين

مسلمان ہو جا کہ مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

(۸)

امام بخاری تاریخ میں حبیب بن یساف رضی اللہ سے راوی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انا لا نستعين بالمشركين على المشركين و راه الامام احمد ایضا

(المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرکین ادارۃ القرآن 394/12)

ہم مشرکوں سے مشرکوں پر استعانت نہیں کرتے۔ (امام احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے)

(۹)

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے چند قبائل عرب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد فرمائی۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ رعل و ذکوان وعصیۃ و بنو لحیان فزعموا انہم قد اسلموا و استمدوہ علی قومہم فامدہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد قدیمی کتب خانہ کراچی 431/1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رعل ذکوان، عصیہ اور بنولحیان کے قبائل کے لوگ آئے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور اپنی قوم کے لئے آپ سے مدد طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی۔ الحدیث

فائدہ:

ملاحظہ فرمائیے کہ مدد کس نے کی کس کے لئے کی یہ آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ ایسے خواہ مخواہ الزام لگانے والا (Criminative) خود ہی پھنستا ہے اور جب کسی چیز کا پتہ نہ ہو تو قیاس آرائیاں چھوڑ دیں۔

(۱۰)

صحیح مسلم وابوداؤد وابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا

فرمائیں۔

عرض کی! حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو۔

فرمایا بھلا اور کچھ

عرض کی! بس میری مراد تو یہی ہے۔

فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

قال كنت ابيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتيته بوضوئه و حاجته فقال لي سل ولفظ الطبراني فقال يوما بار بيعة سلني فاعطيك رجعنا الى لفظ مسلم فقال فقلت، اسألك مرافقتك في الجنة قال او غير ذلك: قلت هو ذاك قال فاعني على نفسك بكثرة السجود

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل السجود 193/1)

فائدہ:

ملاحظہ فرمائیے کہ

یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر فقرہ سے گستاخوں پر بھاری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعنی فرمایا کہ میری اعانت کر اسی کو استعانت کہتے ہیں یہ در کنار حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق طور پر سل فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ جان گستاخوں پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں جبھی تو بلا تقیید و تخصیص فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔

کیوں جناب تمہارے نزدیک (Imminent) استعانت کیسے ناجائز ہوئی کچھ یہاں بھی تھوڑا سا حکم لگاؤ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوۃ شریف میں اس

حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبی خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و ہر کر خواہد باذن پروردگار خود بدہد

فان من جودك الدنيا و ضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

(اشعۃ اللمعات کتاب الصلوۃ باب السجود وفضلہ فصل اول مکتبہ نبویہ رضویہ سکھر 396/1)

مطلق سوال کے متعلق فرمایا "سوال کر" جس میں کسی مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ تمام اختیارات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرامت میں ہیں۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطا کریں۔ آپ کی عطا کا ایک حصہ دنیا و آخرت ہے اور آپ کے علوم کا ایک حصہ لوح و قلم کا علم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اطلبوا الخير عند حسان الوجوه"

(التاریخ الکبیر حدیث 468 دار الباز مکہ مکرمہ 157/1)

خیر طلب کرو نیک رویوں کے پاس

و فی لفظ

اطلبوا الخير والحوائج من حسان الوجوه

(المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث 11110 المکتبہ الفیصلیہ بیروت 81/11)

نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔

و فی لفظ

"اذا بتغيتم المعروف فاطلبوه عند حسان الوجوه"

(کنز العمال حدیث 16794 موسسۃ الرسالۃ بیروت 16/6)

جب نیکی چاہو تو خوبرویوں کے پاس طلب کرو۔

وفی لفظ

اذا طلبتم الحاجات فاطلبوها عند حسان الوجوه

(اتحاف السادۃ کتاب العسیر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ الخ دارالفکر بیروت 2742/7)

جب حاجتیں طلب کرو خوش چہروں کے پاس طلب کرو۔

و فی لفظ بزیادۃ

فان قضی حاجتک قضاھا بوجه طلق و ان اردک ردک بوجه طلق اخرجه الامام البخاری فی التاریخ و ابوبکر بن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج و ابویعلی فی مسنده و الطبرانی فی الکبیر و العقیلی و ابن عدی و البیهقی فی شعب الایمان و ابن عساکر۔

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشۃ حدیث 16793 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 516/6)

خوش جمال آدمی اگر تیری حاجت روا کرے گا تو بکشادہ روئی اور تجھے پھیرے گا تو بکشادہ پیشانی۔ اسے امام بخاری نے تاریخ میں ابوبکر بن ابی الدین نے قضاء الوائج میں ابویعلی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی نے، عدی نے بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ یا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

قد سمعنا نبینا قال قولا
ھو لمن یطلب الحوائج رائمۃ
اغتدوا واطلبوا الحوائج ممن
زین اللہ وجھه بصباحه

(الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ تحت حدیث 88 المکتب الاسلامی بیروت ص 68)

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافهم فان فیهم رحمتی

(کنز العمال بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق حدیث 16806 موسسۃ الرسالۃ بیروت 519/6)

فضل میرے رحمدل امتیوں کے پاس طلب کرو کہ ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ (وفی لفظ) اور دوسرے الفاظ میں فرق (Odds) ہے۔

اطلبوا الحوائج الی ذولی الرحمة من امتی ترزقوا و تنبحوا

(کنز العمال بحوالہ عق وطس عن ابی سعید خدری 11801، 518/6)

اپنی حاجتیں میرے رحمدل امتیوں سے مانگو رزق پاؤ گے مراد بن پاؤ گے۔

و فی لفظ قال رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم

یقول اللہ عزوجل اطلبوا الفضل من الرنماء من عبادی تعیشوا فی اکنافهم فانی جعلت فیهم رحمتی۔

(الضعفاء الکبیر حدیث 957 دار الکتب العلمیۃ بیروت 3/3)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فضل میرے رحمدل بندوں سے مانگوان کے دامن میں عیش کرو گے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔

و فی لفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اطلبوا المعروف من الرحماء امتی تعیشوا فی اکنافهم

اخرجه الحاکم فی المستدرك عن امیر المومنین علی

المرتضی کرم اللہ وجھہ الاسنی.

(المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت 321/4)

میرے نرم دل امتیوں سے نیکی واحسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کرو گے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ سے روایت کیا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

غور وفکر کرنا (Ponder) ہر مسلمان کا کام ہے کہ انصاف کی آنکھیں کہاں ہیں ذرا ایمان کی نگاہ سے دیکھیں۔ یہ احادیث مبارکہ کیسے صاف صاف فرما رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں سے استعانت کرنے ان سے حاجت مانگنے ان سے خیر واحسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے ان سے مانگو تو رزق پاؤ گے۔ مرادیں پاؤ گے ان کے دامن حمایت میں چین کرو گے ان کے سایۂ عنایت میں عیش اٹھاؤ گے۔ استعانت اور کس چیز کا نام ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہو گی پھر حضرت اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے زیادہ کون سا امتی نیک و رحمدل ہو گا کہ ان سے استعانت شرک ٹھہرا کر اس سے حاجتیں مانگنے کا حکم دیا جائے گا۔ الحمد للہ حق کا آفتاب بے پردہ وحجاب روشن ہوا کہ اولیائے کرام علیہم الرحمہ بھی استعانت کرتے ہیں وہ تمہاری ہر مراد کو پہنچتے ہیں لہٰذا جب تمام اولیائے کرام سے استعانت مانگنا جائز ہوا تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بدرجہ اولیٰ استعانت مانگنا جائز ہوا کیونکہ وہ سادات کرام میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سادات کرام بہت زیادہ محبوب ہیں۔

لہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے استعانت مانگنا بھی جائز ہوا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا اضل احدکم شینا وارادعونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباذ اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینوني یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادالا یراھم (والحمد للہ) رواہ عن عتبہ

بن غزوان رضي الله عنه۔

(المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان، حدیث 290 المتحبہ، الفصلیہ بیروت 117/17)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا راہ بھول جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔ (والحمد للہ)

(اسے طبرانی نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

فائدہ

ملاحظہ فرمائیے کہ

کتنی تسکین (Mitigation) ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور یہ الفاظ ایک دفعہ نہیں ارشاد فرمائے بلکہ تین بار ارشاد فرمائے۔ معلوم ہوا کہ مدد چاہنا و استعانت کو پانا یا استعانت کے لئے بلانا میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ استعانت مانگنا جائز ہے اگر چہ کوئی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر بھی کہے تو پھر بھی جائز ہے۔

ایک اور حدیث میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یا عباد الله احبسوا

تو یوں ندا کرے اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ رواہ

ابن السنی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اسے ابن السنی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی باب ما یقول اذا انفلتت الدابۃ نور محمد کتب خانہ تجارت کتب کراچی ص 170)

ان تمام احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ استعانت مانگنا جائز ہے اور یہ تمام

احادیث مبارکہ استعانت پردال تھیں اب چند اقوال ذکر کرتا ہوں۔

دربارہ استعانت صوفیاء کرام کے اقوال، افعال، احوال، اعمال سے دفتر بھرے پڑے ہیں اور سمندر کی طرح بہہ رہے ہیں۔ اس دیدے کی صفائی کا کیا کہنا۔

ذرا آنکھوں پر ایمان کی عینک لگا کر حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ مشکوۃ شریف ملاحظہ ہو۔ اس مسئلہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم کیا ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

آنچہ مروی ومحکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میان ایشاں کہ حاجت نیست کہ آں راذکر کنیم وشاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک

(اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر 402/3)

مشائخ اہل کشف سے کامل لوگوں کی ارواح سے استمداد اور استفادہ گنتی سے باہر ہے۔ اوران کی کتب و رسائل میں مذکور ہے اوران میں مشہور ہے لہذا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے کلمات منکر و متعصب لوگوں کو فائدہ نہ دیں۔

اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اللہ اکبر! ان منکران و گستاخان بے دولت کی بے نصیبی یہاں تک پہنچی کہ اکابر علماء و عرفاء کو کلمات حضرت اولیائے کرام سے انہیں نفع پہنچنے کی امید نہ رہی اور فی الواقع ایسا ہی ہے۔ یوں نہ مانئے تو آزما لیجئے اوران ہزار در ہزار ارشادات بے شمار سے امتحانا صرف ایک کلام پاک فرزند دلبند صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کریں جو بتصریح اعاظم اولیاء وسید الاولیاء وامام الاصفیاء وقطب الاقطاب وتاج الاوتاد ومرجع الابدال و مفزع الافراد اور باعتراف اکابر علماء امام شریعت وسردار امت ومحی دین وملت ونظام

طریقت و بحر حقیقت وعین ہدایت و دریائے کرامت ہے۔ وہ کون؟ ہاں وہ سید الاسیاد واھب المراد سیدنا ومولانا وملاذنا وماوانا وغوثنا وغیثنا حضرت قطب عالم وغوث اعظم سید ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بدہ الاکرام وعلیٰ آلہ وعلیہ وبارک وسلم اور وہ کلام پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا محض زبانوں پر مشہور ہوا بلکہ اکابر واجلہ ائمہ کرام وعلمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید القراء ثقہ ثبت حجت فقیہ محدث راویۃ الحضرۃ العلیۃ القادریہ سیدنا امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی پھر امام اکرم شیخ الفقہاء وفرد الوفا عالم ربانی لوائے حکمت یمانی سیدنا امام عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی مکی پھر فاضل اجل فقیہ اکمل محدث اجمل شیخ الحرم المحترم مولانا علی قادری حنفی ہروی مکی وبقیۃ السلف جلیل الشرف صاحب کرامات عالی و برکات معالی مولانا محمد ابوالمعالی سلمی معالی پھر شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ عارف نبیہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت وعظمائے امت قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم وافاض علینا من برکاتہم و انوارہم نے اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ مستندہ مثل بہجۃ الاسرار شریف وخلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر الفاتر وتحفہ قادریہ واخبار الاخیار وزبدۃ الآثار وغیرہ میں ذکر روایت فرمایا کہ حضور پرنور جگر پارۂ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ و من صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی و یسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد السلام و یذکرنی ثم یخطوا الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ و یذکر اسمی و یذکر حاجتہ فانما تقضی باذن اللہ تعالیٰ۔

(بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشرٰہم مصطفی البابی مصر ص 102)

''جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور مجھے یاد کرے پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت روا ہو۔''

حضرت ابوالمعالی قدس سرہ العالی کی روایت میں الفاظ کریمہ کشفت فرجت قضیت بصیغہ متکلم معلوم ہیں وہ ان کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

عمر بزاز قدس سرہ میگوید من شنیدہ ام از حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کہ ہر کہ در کربتے بمن استغاثہ کند کشفت عنہ دور گردانم آں کربت را ازوو ہر کہ در شدتے بنام من ندا کند فرجت عنہ خلاص بخشم اورا ازاں شدت و ہر کہ در حاجتے توسل عن کند در حضرت جل و علا قضیت لہ حاجت اورا بر آدم

(تحفہ قادریہ باب دہم فی التوسل الیہ الخ قلمی ص76)

عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جو شخص مصیبت میں مجھ سے استغاثہ کرے گا میں مدد کروں گا اور اس سے اس کی تکلیف دور کروں گا اور جو سختی میں مجھے ندا کرے گا اس کی سختی کو دور کر دوں گا اور خلاصی دلاؤں گا اور جو اپنی حاجت میں مجھ سے توسل کرے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔

علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں

قد جرب ذالك مرارا فصح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(نزہتہ الخاطر والفاتر)

بے شک یہ بارہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اترا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا شیخ علیہ الرحمہ پر ہو۔

یقیناً گستاخ اس قول کو سن کر طیش (Indignation) میں آئے گا کہ ان کے غوث بھی مدد کرتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

گستاخ بیچارے پھر کم علموں کو اکثر دھوکا دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں، وہ مردہ ہیں ان سے شرک ہے یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں۔ ان سے شرک نہیں وہ دور ہیں ان سے شرک ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس طرح طرح کے بے ہودہ وسواس، مگر یہ سخت جہالت بے مزہ جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے، شرک ہی ہوگا اور ایک کے لئے شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی شرک نہیں ہوسکتا۔

کیا اللہ تعالیٰ کے شریک مردہ نہیں زندہ ہوسکتے ہیں۔ دور کے نہیں ہوسکتے پاس کے ہوسکتے ہیں۔ انبیاء نہیں ہوسکتے کلیم ہوسکتے ہیں۔ انسان نہیں ہوسکتے فرشتے ہوسکتے ہیں۔ حاشا اللہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا تو مثلاً جو بات ندا خواہ کوئی شے جس اعتقاد کے ساتھ کسی کے پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دور والے یا مردے بلکہ اینٹ پتھر سے بھی شرک نہیں ہوسکتی اور جو ان میں سے کسی سے شرک ٹھہرے وہ قطعاً یقیناً تمام عالم سے شرک ہوگی۔ اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقبل جان کر مدد مانگنا، بہ ایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے۔ جو بالیقین تمام گستاخاں روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے یا پانی پلا دے سب شرک قطعی ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انہیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شبہ رہا اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عون الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا اس معنی پر

حضرت انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے کیوں شرک ہونے لگی۔ مگر حکیم امیر حج اولاد، نوکر، ان سب کو مظہر عون وسبب ووسیلہ جاننا جائز ہے اوران حضرات اولیاء کو کہ وہ اعلیٰ مظہر واعظم سبب وافضل وسائل بلکہ منتہی الاسباب وغایۃ الوسائط ونہایہ الوسائل ہیں۔ ایسا سمجھنا شرک ہوگیا۔ ہزار تف بریں بے عقلی وناانصافی، غرض پانی وہاں مڑتا ہے کہ جو کچھ غصہ ہے وہ حضرات محبوبان خدا کے بارے میں ہے۔ یار، بچے، مددگار، نوکر، کارگزار مگر انبیاء علیہم السلام واولیاء علیہم الرحمہ کا نام آیا تو سر پر شرک کا بھوت سوار، یہ کیا دین ہے۔ کیسا ایمان ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسلمانو!

اس نکتے کو خوب محفوظ وملحوظ رکھیں کہ جہاں ان جاہلوں (Gothamites) چالاکوں، گستاخوں، عیاروں کو کوئی فرق کرنے دیکھیں کہ فلاں عمل یا فلاں اعتقاد فلاں کے ساتھ شرک ہے فلاں سے نہیں۔ یقین جان لیجئے کہ نرے جھوٹے ہیں۔ جب ایک جگہ شرک نہیں تو اس اعتقاد سے کسی جگہ شرک نہیں ہوسکتا۔

گستاخ جب اس طرح عاجز آجاتے ہیں اور کسی طرف راہ مفر نہیں پاتے تو ایک نیا شگوفہ چھوڑتے ہیں کہ صاحبو! ہم بھی اسی استعانت کو شرک کہتے ہیں جو غیر خدا کو قادر بالذات ومالک مستقبل بے عطائے الٰہی جان کر کی جائے اور اپنی بات بنانے اور خجلت مٹانے کو ناحق ناروا بیچارے عوام مومنین پر جیسا بہتان باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی سمجھ کر انبیاء واولیاء علیہم السلام وعلیہم الرحمہ سے استعانت کرتے ہیں۔ ہمارا یہ حکم شرک انہی کی نسبت ہے۔ ان بے وقوفوں کی بے وقوفیاں تین طرح سے کھل جاتی ہیں۔

اولاً

صریح جھوٹے ہیں کہ صرف اسی صورت کو شرک جانتے ہیں ان کے امام خود تقویۃ الایمان میں لکھ گئے ہیں۔

”کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہوتا ہے۔“

(تقویۃ الایمان: پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں: مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص: 7)

کیوں جناب والا!

ان کے جھوٹے دعوے کہاں گئے ہیں جن کو یہ نادر (Marvellous) اور سچا سمجھ رہے تھے۔ حاشاللہ یہ سب سے بڑے مکار عیار ہیں۔

ثانیاً

ان کے سامنے یوں کہیے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حضور کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اعظم و نائب اکرم و قاسم نعم کیا۔ دنیا کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، خزانوں کی کنجیاں، مدد کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں رکھیں۔ روزانہ دو وقت تمام امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرائے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے کام میں نظر رحمت فرمایئے۔ اللہ کے حکم سے میری مدد و استعانت فرمایئے۔ اب ان لفظوں میں تو صراحتاً قدرت ذاتی کا انکار اور مظہریت عون الٰہی کی تصریح ہے۔ ان میں تو معاذ اللہ اس ناپاک گمان کی بو بھی نہیں آسکتی۔ یہ کہتے جایئے اور ان گستاخوں کے چہرے کو غور کرتے جایئے۔ اگر بکشادہ پیشانی اسے نہیں اور آثار کراہت و غیظ ظاہر نہ ہوں جب تو خیر اور اگر دیکھئے کہ صورت بگڑی، ناک بھوں سمٹی، منہ پر دھوئیں کی مانند تاریکی دوڑی تو جان لیجئے کہ دلی آگ اپنا رنگ لائی۔

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں۔

ثالثاً

سب جانے دو، سرے سے یہ ناپاک ادعا ہے کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کو قادر مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں۔ ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں تمہیں توبہ کرنی پڑے۔ اہل لا الٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام اور ان کے کلام کو جس

کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنی کفر کی طرف ڈھال لے جانا

قطعاً گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (12/49)

اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ بے شک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرمایا

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ، اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (36/17)

پیچھے نہ پڑ اس بات کے جو تجھے تحقیق نہیں بے شک کان، آنکھ دل سب سے سوال ہونا ہے۔

اور فرمایا

لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا (12/24)

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مسلمان مردوں عورتوں نے اپنی جانوں یعنی اپنے بھائی مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرمایا

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا المثله ابدا ان کنتم مومنین (17/24)

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث رواہ مالک ولبخاری

و مسلم و ابوداؤد و الترمذی

(صحیح بخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ: قدیمی کتاب خانہ کراچی: 384/1)

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔
(اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا)

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

افلا شققت عن قلبه رواه مسلم وغيره

(سنن ابی داؤد: باب علی مایقاتل المشرکون: آفتاب عالم پریس لاہور 355/1)

تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔
(اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا)

علمائے کرام یہاں تک معاونت (Ministration) فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کے کلام میں اگر ننانوے معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہے اسی تاویل کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ٹھہرائیں کہ حدیث میں آیا ہے۔

الاسلام يعلوا و لا يعلى، رواه الرويانى پانى والدار قطنى و البيهقى والضياء والخليل عن عائذ بن عمر المزنى رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم

(سنن الدار قطنی۔ کتاب النکاح باب المہر دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ: 252/3)

اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا، اسے رویانی، دار قطنی، بیہقی، ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور یہ نہیں کہ بلا وجہ منہ زور سے صاف ظاہر، واضح، معلوم، معروف معنی کا انکار کر کے اپنی طرف سے ایک ملعون، مردود، مصنوع، مطرود، احتمال گھڑیں اور اپنے لئے علم غیب اور اطلاع حال کا دعویٰ کر کے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر باندھیں، قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا، ان بہتانوں، طوفانوں پر بارگاہ قہار سے

مطالبہ جواب تو نہ ہوگا۔ ہاں ہاں جواب تیار کر رکھو اس سخت وقت کے لئے جب مسلمانوں کی طرف سے جھگڑتا آئے گا لا الہ الا اللہ، ہاں اب جانا چاہتے ستمگر لوگ کہ کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔ یوں اعتبار نہ آئے تو اپنے کذب کا امتحان کرلو۔ اہل استعانت سے پوچھو تو کیا تم انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذا باللہ خدا یا خدا کا ہمسر یا قادر بالذات یا معین مستقل جانتے ہو یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے اس کی سرکار میں عزت وجاہت والے، اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو دیکھو تو تمہیں کیا جواب ملتا ہے۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد و استعانت و بہت احادیث صریحہ سے ثابت کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخلق و الاستقلال بالا فعال ھذا لا یقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ و مذمہ من باب التبلیس فی الدین و التشویش علی عوام الموحدین ۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الباب الثامن فی التوسل نوریہ رضویہ فیصل آباد 175)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں۔ یہ تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں۔

فالتوجہ والاستعانۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم و بغیرہ لیس لھما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذالک ولا یقصد بھما احد منھم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذلک فلیبک علی نفسہ

نسأل الله العافية و المستغاث به فی الحقیقیة هو الله والنبی صلی الله علیه وسلم واسطة بینه وبین المستغیث فهو سبحنه مستغاث به والغوث منه خلقا وایجاد والنبی صلی الله علیه وسلم مستغاث والغوث منه سببا وکسبا

(الجوہر المنظم: الفصل السابع، فیما ینبغی للزائر الخ المطبعۃ الخیریہ مصر ص 62)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے۔ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریادرسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں۔

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز آں جا فیض بردارد غالباً بیروں نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ (ہمعات ہمعہ 11 اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد ص 62)

آج اگر کسی کو روح سے خاص مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً بعید نہیں کہ یہ کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مناسبت سے حاصل ہوگا یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ ملا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب

تفسیر عزیزی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص صورت (Modification) میں
محبت کا انداز اپناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں مرتبہ ازاں مراتب است کہ ہیچکس را از بشر نہ دادہ اند۔ مگر بہ طفیل ایں محبوبے برخے از اولیاء امت او راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ ومسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔

(فتح العزیز (تفسیر عزیزی) سورۃ الم نشرح، مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص 322)

یہ وہ مرتبہ ہے جو کسی انسان کو نصیب نہ ہوا، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا کچھ حصہ اولیائے امت تک پہنچا پھر یہ حضرات اس کی برکت سے مسجود خلائق اور محبوب قلوب ہوئے۔ جیسے حضرت غوث الاعظم اور سلطان المشائخ حضرت نظام اولیاء قدس سرہما، مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں والہانہ عشق (Nympholepsy) سے لکھتے ہیں۔

آنچہ در تاویل قول حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰہ نوشتہ اند

(کلمات طیبات فصل دوم در مکاتب مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص 19)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کہ ''میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے'' کی تاویل میں انہوں نے لکھا ہے۔

انہی کے ملفوظات میں ہے۔

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم باشد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش مبذول نیست

(کلمات طیبات، ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص 83)

غوث الثقلین کی توجہ اپنے سلسلے سے وابستہ حضرت کی طرف بہت معلوم ہوئی ہے۔آپ کے سلسلے کے کسی ایسے شخص سے ملاقات نہ ہوئی جو آپ کی توجہ سے محروم ہو۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف المسلول میں اظہار (Disclosure) فرماتے ہیں۔ فیوض و برکات کارخانۂ ولایت اول بر یک شخص نازل می شود وازاں تقسیم شدہ بہر یک از اولیائے عصری رسد و بہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضے نمی رسد، ایں منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفاء حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد، ایں منصب مبارک بوے متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک حضرت غوث الثقلین متعلق باشد وہذا آں حضرت قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمودہ، وقول حضرت غوث الثقلین اخی وخلیلی کان موسیٰ بن عمران نیز برآں دلالت وارد

(السیف المسلول لقاضی ثناء اللہ پانی پتی (مترجم اردو) فاروقی کتب خانہ ملتان ص 527)

کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے۔ پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا۔ جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پھر غوث پاک کا یہ قول ''میرے بھائی اور دوست موسیٰ بن عمران تھے'' بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

یہ سب ایک طرف خود ان کے امام عیاں اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں۔

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرات ایشاں گردیدہ۔

(صراط مستقیم خاتمہ در بیان پارہ از وارادات ومعاملات، المکتبہ السلفیہ لاہور، ص166)

یہی امام ان گستاخوں کے وضاحت (Obviousness) کے ساتھ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں۔

اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ خواندہ نجوراند خللے نیست

(رسالہ نذور)

اگر کوئی شخص کوئی بکرا گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کر کے پکا کر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے۔

تو کوئی خلل نہیں۔

ایمان سے کہیں غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریاد رس یا کچھ اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کر کے فیصلہ کرنا ہے۔ غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریاد رس یا کچھ اور پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان کر رہا ہے۔

قول ہے اگر سچے ہو تو ذرا ان کو بھی شرک بے ایمان کہہ دو ورنہ یہ بتاؤ شریعت کیا ان کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ گستاخ صرف بھولے بھالے مسلمانوں کے اندر نفرت (Distaste) پیدا کر کے دین سے دور کر رہے ہیں۔

مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

تفسیر روح سورہ مائدہ پارہ 6 زیر آیت ویسعون فی الارض فسادا ہے۔

کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت

سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے۔

اولیا را ہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز گرد اندز راہ

اولیاء کو اللہ تعالیٰ سے یہ قدرت ملی ہے کہ چھوٹا بڑا ہوا تیر واپس کر لیں۔

اشعۃ اللمعات شروع باب زیارت القبور میں ہے۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمد اد کردہ شود بوے در حیات استمد اد کردہ مے شود بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چھار کس راز مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تسر فہاء ایشاں در حیات خود یا بیشتر قومے مے گویند کہ امداد حی قوی نزاست ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر اولیاء را تصرف دراکوان حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں راوارواح باقی است

ترجمہ: امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہ ہی عمل در آمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے۔ یا زیادہ، ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی۔ اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں کہ روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے۔

و اما الاستمداد باهل القبور في غير النبي عليه السلام او الانبياء فقد انكره كثير من الفقهاء و اثبته المشائخ الصوفية و بعض الفقهاء قال الامام الشافعي قبر موسىٰ الكاظم ترياق مجرب لاجابة الدعاء و قال الامام الغزالي من

یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعا مانگنے کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے ازمودہ تریاق ہے اور امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے۔ اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دنیا کے اندر حیات تھے لوگ آپ کی بارگاہ عالیہ میں جا کر دعا کی درخواست کرتے تھے پھر آپ علیہ الرحمہ ان کے لئے دعا مانگتے تھے۔ ان کی حاجات پوری ہو جاتی تھیں اور اب ان کو وسیلہ بنا کر مدد مانگتے ہیں پھر بھی ان کی دعائیں حاجات پوری ہوتی ہیں لہٰذا بعد وفات بھی اولیاء اللہ استعانت کرتے ہیں اور جو گستاخ اس کو نہ مانے وہ فطرتا (Characteristically) ہی گندی سوچ اور جاہل ہے۔

- شاہ عبدالعزیز صفحہ 20 پر فرماتے ہیں۔

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجھے کہ اعتماد باشد و اور اعوان الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است و اور ایکے از مظاہر عون الٰہی دانستہ و بکارخانہ اسبابی و حکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دوراز عرفان نخواہد بود و در شرح نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت ظاہر نماید دوراز عرفان نخواہد بود و در شرح نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت تعبیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت

بغیر نیست بلکہ حضرت حق است لاغیر۔

ترجمہ: سمجھنا چاہئے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الٰہی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے اور اس کو انبیاء و اولیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ حق اللہ تعالیٰ کے غیر سے مانگنا نہیں ہے لیکن اس کی مدد سے ہے۔

مسلمانو!

ملاحظہ فرمائیے کہ

دنیا کے بادشاہ ہر کام اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں۔ کوئی افسر اور کوئی ماتحت، پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اس کے منشاء سے ہوتا ہے۔ لیکن بلا واسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے کیونکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے لیکن رعب کا تقاضا ہے کہ ہر کام خدام سے لیا جائے اور رعایا کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کرے۔ بیماری میں شفا خانہ جا کر ڈاکٹر سے کہو۔ مقدمات میں کچہری جا کر جج سے وکلاء کے ذریعے سے کہو وغیرہ وغیرہ ان مصائب میں رعایا کا ان احکام کی طرف جانا بادشاہ کی بغاوت نہیں ہے بلکہ یہ عین اس کی منشاء کے مطابق ہے کہ اس نے ان کو احکام اسی لئے مقرر کئے ہیں۔ ہاں اگر یہ رعایا دوسرے کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب باغی ہے کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑا اور غیر کو اپنا حاکم مانا۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو سمجھ کر یہی طریقہ سلطنت الٰہیہ کا ہے کہ وہ قادر

ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرمائے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ وغیرہ اور ہم کو مقرر فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کر دیئے۔ جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ جن کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت، رزق پہنچانا، بارش برسانا، ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا، ان کی تقدیر لکھنا، مدفون میتوں سے سوالات کرنا، صور پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا اور قیامت قائم کرنا پھر قیامت میں جنت و دوزخ کا انتظار کرنا غرضیکہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیئے۔

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے۔ کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں اور کس کے ذمہ کون کون سے کام ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ آئین سلطنت کا یہی تقاضا ہے پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں۔ یہ محض ہمارا قیاس نہیں بلکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا۔

قال انا رسول ربك لاهب لك غلاما ذكيا (مریم 19)

''اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ آیا ہوں تا کہ تم کو پاک فرزند دوں۔''

معلوم ہوا کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں اور گستاخوں کو چاہئے کہ اس میں بھی اعتراض کرے اور اس کام میں مداخلت کرنے والا (Intrusionist) بنے پھر پکا ٹھکا گستاخی کے آڑے میں پھنسے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں

اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران: 49)

میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی بے جان کو جان بخشتے ہیں۔

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (السجدہ 11)

''فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جاندار کو بے جان کرتے ہیں اور ابھی اس قسم کی بہت سی آیات ملیں گی جس میں خدائی کاموں کو بندوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (البقرہ 151)

''ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔''

اور فرمایا

اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ (التوبہ 74)

''ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔''

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں۔ مال واولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ آیات نے یہ بتایا لیکن وہ ہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومت الٰہیہ کے حکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا یہ ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ علیہم الرحمہ یا انبیائے کرام علیہم السلام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔

اس مستحسن (Meritorious) وضاحت سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و

اولیاء علیہم الرحمہ سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الہی کے بالکل مطابق ہے۔ دیکھو معراج میں نماز اوّلاً پچاس وقت کی فرض فرمائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر یہ کیوں؟ اس لئے کہ مخلوق جانے کہ نماز پچاس کی پانچ رہیں اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔

لہٰذا اسی بناء پر اگر کوئی مسلمان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا اور مدد مانگے تو یہ جائز ہے اور جو مدد مانگتا یا دعا مانگتا ہے ان کی پوری بھی ہوتی ہے جیسے کہ اکثر اہل عشاق منت مانتے ہیں ان کی پوری ہوتی ہے اور پھر وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مقدس روح کو ایصال ثواب کرنے کے لئے محفل سجاتے ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ط (البقرہ 107)

''اور تمہارے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار ہے''

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ولی اور نہ ہی کوئی مددگار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکر (Metaphysician) بننے سے پہلے سوچ لینا ضروری ہے کہ یہ آیت کن کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے جنہیں کفار نے اپنا مددگار و ناصر مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین، ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا جیسے انبیاء و اولیاء۔ وائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ 24)

فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا۔

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ (طٰہٰ 29)

مولیٰ ہارون کو میرا وزیر بنا دے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

ملاحظہ فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا۔ بلکہ منظور فرمالیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔ اسی لئے تو عشاق اولیاء اللہ علیہم الرحمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر ان سے مدد مانگتے ہیں اور پھر ان کی حاجات بھی پوری ہوتی ہیں۔

اگر پھر کوئی اعتراض کرے کہ قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ دیکھو وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیا سے مانگ کر مشرک ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تم بھی تو مشرک ہوئے۔ بادشاہوں سے مدد مانگ کر۔ پولیس والوں سے مدد مانگ کر اور اغنیاء سے مدد مانگ کر۔ دیکھو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا (النساء 52)

اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

کتنے عیار و مکار (Insideous) لوگ ہیں کہ مومنوں پر بہتان باندھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہوتی ہے جس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی مومنوں پر رحمت ہے کہ دیکھو مومنوں پر رزق دیکر اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کو دنیا میں بھیج کر مسلمان کیا تب بھی رحمت اور اس کو اپنے اولیاء اللہ کا سچا عاشق بنایا پھر بھی رحمت ہوئی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بہت سے مددگار بنائے جو مومنوں کی

فریادرسی کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے عشاق اولیاء اللہ علیہم الرحمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ زندوں سے تو مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں مانگ سکتے۔ کیوں زندوں میں مدد کی تو طاقت ہوتی ہے مگر مردوں میں طاقت نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا مردوں سے مدد مانگنا شرک ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

قرآن میں ہے

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

''ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں''

دیکھو یہ آیت گستاخوں کے نزدیک بھی قابل اعتبار (Credibility) ہے۔

اس آیت میں زندہ اور مردہ کا ذکر یا فرق کہاں ہے۔ کیا زندے ہی کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی یا مردہ کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونا چاہئے۔

دیکھو!

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کے بجائے پانچ کرادیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جانتا تھا کہ پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ بزرگوں کے گستاخوں کو چاہئے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ غیر اللہ کی مدد شامل سے ہیں۔

نیز دیکھئے قرآن تو فرما رہا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ ہی جانو؟

قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ

لَا تَشْعُرُوْنَO(البقرہ:104)

''جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔''

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا بھی جائز ہوا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں گے مگر یہ بلاوجہ کی زیادتی ہے۔ اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الٰہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (روح البیان) اسی حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے، جل جائے، طاعون میں مرے، عورت زچگی کی حالت میں مرے، طالب علم مسافر وغیرہ وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں، باقی سب مردے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ مردہ ماننا لازم آئے گا حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ حضرات مقدسہ بحیات کامل زندہ ہیں۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص ولا تدع مع اللہ الہا آخر کی تفسیر میں ہے۔

فحينئذ فليس في الاية دليل على مازعمه الخوارج من ان الطلب من الغير حيا و ميتا شرك فانه جهل مركب لان سوال الغير من اجراء الله النفع او النصر على يده قديكون و اجبا لانه من التمسك بالاسباب ولا ينكر الاسباب الا جحوذا وجهولا

ترجمہ: ''یعنی یہاں لاندع کے معنی ہیں نہ پوچھو جو لہٰذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعے سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے

کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا منکر یا جاہل۔''

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انکار خارجی کرتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ لاتدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے یا مدد مانگنے کی۔

لہٰذا بزرگوں سے مدد مانگنا جائز ہوا اور اسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے وسیلہ بنا کر مدد مانگنا بھی جائز ہوا۔ اور چونکہ اہل عشاق اس سے خوش وخرم (Blithesome) ہوتے ہیں یہ جان کر کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سادات کرام میں سے ہیں اور ان کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے اور مدد کے لئے پکارنا بھی جائز ہے۔

اگر پھر کوئی یہ کہے کہ بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست و پا ہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ

وَ اِنۡ یَّسۡلُبۡہُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ ؕ (الحج 73)

''اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں۔''

تو اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی نہیں چھڑا سکتے تو تمہاری کیسے مدد کریں گے۔

لہٰذا یہ مدد نہیں کر سکتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح سے کمزور ہو گیا۔ روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی ہے اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔

خصوصاً ارواح انبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

''ہر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے''

اور استمداد ولی کی روح سے نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں۔ نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ 10 آیت یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد وعمر رضی اللہ عنہما نے زہر پیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں زہر کھایا مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہر پیا تھا اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہٰذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے اگر وہ تصور (Phantasm) کریں مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دور نہ کئے تو کیا اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ کمزور ہے کہ اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ بعد وفات اولیاء اللہ علیہم الرحمہ مدد بھی کر سکتے ہیں تو اسی بناء پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی مدد کر سکتے ہیں۔

☆ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (الفاتحہ: 5)

''ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی اللہ تعالیٰ سے ہی خاص ہے۔ جب غیر خدا کی عبادت شرک ہے تو غیر خدا کی مدد بھی شرک ہوئی۔ لہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مدد مانگنا کفر وشرک ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کاذب (Mendacious) فرقے والے گستاخ

قرآن سے غلط تاویلات کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں تا کہ ہمارا آبائی اجدادی کام نہ چھوٹ پائے۔ اصل میں اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (الانعام 57)

"نہیں ہے حکم مگر اللہ کا"

یا فرمایا گیا

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (البقرہ 255)

"اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان و زمین کی چیزیں"

پھر حکام کے حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔

یعنی آیت سے مراد حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے بہ عطائے الٰہی نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ "کالی مائی تیری دہائی" وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی کفر و شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود گستاخ۔

دیکھو دنیا میں چند امور آب و تاب (Resplendent) سے جاری ہیں۔ مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری۔ اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے پھر غسال اور

درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھودی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے۔ اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کسی سے مدد اور کس وقت۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ استمداد اولیاء اللہ علیہم الرحمہ مانگنا جائز ہے اور کسی ولی اللہ علیہ الرحمہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگی تو یہ بھی جائز ہے جیسے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مسلمان منت مانتے ہیں اور ان کو وسیلہ بنا کر استمداد و دعا مانگتے ہیں۔ پھر ان کی حاجت بھی پوری ہوتی ہے۔

لہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر مدد مانگنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ گستاخوں کو راہ ہدایت نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

کیا زیارت قبور کے لئے جانا کفر و شرک ہے اور جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبر پر چلا جائے کیا اس نے بھی کفر و شرک کیا؟

جواب: زیارت قبور کے لئے جانا جائز ہے اور یہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

لیکن افسوس ناک (Lamentable) بات یہ ہے کہ گستاخ زیارت قبور کو بھی کفر و شرک کہتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو نعوذ باللہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و شرک کیا کہ اپنے والدین کریمین کی قبور پر تشریف لے گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان قبور پر تشریف لے جاتے رہے پھر تابعین پھر تبع تابعین پھر ان سے متصل بزرگ علیہم الرضوان لہٰذا ان سب نے نعوذ باللہ کفر و شرک کیا اور ان بزرگوں کو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ زیارت قبور کفر و شرک ہے کہ ہم زیارت قبور کر کے کفر و شرک میں پڑ رہے ہیں۔ اس بات کا علم بھی اب گستاخوں کو ہوا ہے کہ زیارت قبور کفر و شرک ہے پتہ نہیں کس باپ کی نئی شریعت پکڑ رکھی ہے جو کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہے نہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین علیہم الرضوان و علیہم الرحمہ

کے طریقے پر ہے لہذا معلوم ہوا کہ ان کی کوئی نئی شریعت ہے جس میں مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگا رہی ہے۔

مسلمانو!

زیارت قبور جائز و مستحسن ہے اور سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی والدین کریمین کی قبور پر تشریف لے گئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی زیارت قبور کے لئے حکم فرمایا۔ میں آگے جا کر ان کے حوالہ جات نقل کرتا ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ گستاخ ہر سفر و زیارت کو تو جائز قرار دیتے ہیں مگر زیارت قبور کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

دیکھئے

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہوتا ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام جائز کے لئے جائز اور سنت کے لئے سنت، فرض کے لئے فرض، حج فرض کے لئے سفر بھی فرض بھی جہاد و تجارت کے لئے سفر سنت ہے کیونکہ یہ کام خود سنت ہیں۔ روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب دوستوں کی ملاقات شادی ختنہ میں اہل قرابت کی شرکت اطباء سے علاج کرانے کے لئے سفر جائز کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں۔ چوری ڈکیتی کے لئے سفر حرام کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرضیکہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کو دیکھ لو عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت لہذا اس کے لئے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہوگا۔

سفر کے کئی احتمالات (Potentialities) ہیں جو کہ قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

"وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ

الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط "(النساء:100)

جوشخص اپنے گھر سے ہجرت کے لئے اللہ ورسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آ گئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

دیکھئے

سفر ہجرت ثابت ہوا۔

اور فرمایا گیا

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ

(قریش 2,1)

اس لئے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں

دیکھئے

سفر تجارت ثابت ہوا

اور فرمایا گیا

"اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا O" (الکہف 60)

اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

دیکھئے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے کسی حکمت (Manoeuvire) کے تحت تشریف لے گئے لہذا مشائخ کرام کی زیارت ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

اور فرمایا گیا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ

رَّوْحِ اللّٰہِ ؕ "(یوسف 87)

اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

دیکھئے!

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حکم دیا لہذا تلاش محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔

''حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا''

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ (یوسف 93)

میرا یہ کرتہ لے جاؤ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

دیکھئے

علاج کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا اور بزرگوں کے تبرکات سے منفعت بھی ثابت ہوئی۔

اور فرمایا

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ (یوسف 69)

''پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

دیکھئے

ملاقات فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔

فرزندان حضرت یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔

فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی ضرور حفاظت کریں گے۔

دیکھئے!

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ 24)

فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔

دیکھئے

تبلیغ دین کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

اور فرمایا گیا

"قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ"

(آل عمران 137)

کفار سے فرمادو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

دیکھئے

جن ملکوں پر عذابِ الٰہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں ہے

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ

ترجمہ: جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

حدیث میں ہے

اطلبو العلم ولو کان با الصین

ترجمہ: علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

کریما میں

طلب کردن علم شد برتو فرض
دگرواجب است از پیش قطع ارض

ترجمہ: علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لئے سفر بھی ضروری ہے۔

دیکھئے

علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

مسلمانو!

لامحدود (Illimitable) آیت کریمہ میں جو سفر کرنے پر دال ہیں جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کرام علیہم الرحمہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا یہ حضرات طیب روحانی ہیں اور ان کے فیوض و برکات مختلف ہیں۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شان الٰہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں۔ اسی سے رزق عبادت پیدا ہوتا ہے۔ ان کے مزارات بھی دعا جلد قبول ہوتی ہے لہٰذا ان کے مزارات پر جانا بھی ثابت ہوا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر جانا بھی بدرجہ اتم ثابت ہوا اور ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنا بھی ثابت ہوا کہ بزرگوں کے وسیلے سے دعائیں جلد مقبول ہوتی ہیں۔

اب چند مستند حوالہ جات اطمینان (Deliberation) کے لئے نقل کرتا ہوں جو زیارت قبور پر دال ہیں تاکہ ان سے مسلمان خوب رہنمائی حاصل کرکے شریعت مطہرہ پر عمل کرسکیں۔

حدیث شریف میں ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص 113)

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیارت قبور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ قبروں پر جانا حدیث سے ثابت ہوا اور اس کو کفر وشرک کہے اب اس کو خود فیصلہ کر لینا چاہئے کہ کفر وشرک کون کرتا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں

امام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا استأنس ورد علیه حتی قیوم"

(شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص85)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ زیارت قبر سے صاحب قبر کو سکون و راحت حاصل ہوتا ہے لہٰذا وہاں پر بیٹھنا بھی صاحب قبر کو فائدہ سے خالی نہیں جب خالی بیٹھنا بے فائدہ نہیں تو وہاں جا کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور تسبیح وتہلیل کر کے اس کی روح کو بخشنا کتنا فائدہ دے گا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

شفاء السقام امام سبکی واربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے۔

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

انس ما یکون المیت فی قبره اذا زاره من کان یحبه فی

دار الدنیا

(شرح الصدور بحوالہ اربعین الطائیہ باب زیارت القبور، خلافت اکیڈمی سوات ص85)

''قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا پیارا زیارت کو آتا ہے۔''

فائدہ

معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے عزیزوں یا والدین کریمین کی قبروں پر جاتا ہے تو وہ خوش و خرم ہوتے ہیں لیکن جب وہ قرآن کی آیات پڑھ کر ایصال ثواب کرے گا تو وہ کتنا خوش ہوں گے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی احداً کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

(درمنثور بحوالہ ابن منذر و ابن مردویہ زیر آیہ سلام علیکم الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران 58/4)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد پر تشریف لے جاتے، جب درہ کوہ طور پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے۔ تمہیں ہو تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔

اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ

''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و ابوبکر و عمر و عثمان''

(جامع البیان تفسیر ابن جریر زیر آیہ سلام علیکم الخ مطبوعہ میمنہ مصر 84/13)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو اور ابو بکر و عمر و عثمان علیہم الرضوان،

نیز اسی میں ہے کہ

یعنی بعدہ حضرت صدیق وفاروق وذی النورین نیز ہمچناں مبکر دند رضی اللہ عنہم

ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اور فاروق اور ذوالنورین بھی ایسا ہی کرتے۔ رضی اللہ عنہم

ایک اور حدیث میں آیا ہے

تفسیر کبیر میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدارہ و الخلفاء الاربعة ھکذا کانوا یفعلون

(التفسیر الکبیر للرازی زیر آیہ سلام علیکم مطبعۃ البہیۃ المصر یہ مصر 45/17)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیہ مذکورہ پڑھتے اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداء کی قبور پر جانا اور وہاں جا کر آیت پڑھنا ان کے حق میں بہتر تھا اور پھر اسی طرح خلفائے اربعہ علیہم الرضوان نے بھی کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ قبروں پر جانا سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ صحابہ کرام علیہم ارضوان ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر جانا بھی جائز ہے جو حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یاز دھم میں بسند صحیح بطریق ابو معویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی

اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

"قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرأه السلام و اخبره اکم مستقیون"

(مصنف ابن ابی شیبہ فضائل عمر، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی 32/12)

یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر کے پاس جا کر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔

فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ پریشانی کے وقت بزرگوں کے پاس جانا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ اسی لئے تو صحابی رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جا کر اپنی پریشانی عرض کی اور دیکھئے نعوذ باللہ صحابی نے بھی شرک کیا ہے کہ ایک تو جو فوت ہو گیا اس کے پاس حاضر ہوئے اور دوسرا اس طرح عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ تو یہ تو بہ کیسا شرک ہے کہ صحابی رسول ہو کر ان کے پاس گئے جو فوت ہو گیا۔ اتنا بڑا شرک صحابی نے کیا۔

ارے میں کہتا ہوں یہ شرک نہیں صحابی کا عقیدہ تھا کہ پریشانی کا حل صرف حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ہی حل ہوگا۔ اسی لئے دربار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اپنی پریشانی ظاہر کی لہٰذا معلوم ہوا کہ پریشانی کے وقت بزرگوں کے قدموں میں حاضر ہوکر وسیلہ مانگنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ اسی لئے اہل عشاق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جاکر وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں۔

☆ امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مامن احدیمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام

(شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص 84)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

☆ ابن ابی الدنیا و بیہقی و صالونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام و عرفه و اذا مر بقبر لایعرفه فسلم علیه رد علیه السلام

(شعب الایمان حدیث 9296 دار الکتب العلمیہ بیروت 17/7)

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور اسے سلام کرتا ہے میت اسے جواب سلام دیتا ہے۔

☆ امام عقیلی علیہ الرحمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی

قال قال ابوذرين يا رسول الله ان طريقي على الموتى فهل من كلام اتكلم به اذا مررت عليهم: قال قل السلام عليكم يا اهل القبور من المسلمين و المومنين انتم لنا سلفا و نحن لكم تبع تبعا وانا ان شاء الله بكم لاحقون قال ابوزرين يا رسول الله يسمعون قال يسمعون ولكن لا يسطيعون ان يجيبوا

(کتاب الضعفاء الکبیر مترجم 1573 دار الکتب العلمیہ بیروت 19/4)

یعنی ابوزرین رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا: یوں کہہ، سلام تم پر اے قبر والو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابوزرین نے عرض کی یارسول اللہ! کیا مردے سنتے ہیں۔ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

فائدہ

حقیقی (Intrinsic) طور پر قبور کے پاس سے گزرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ ان پر سلامتی کے لئے دعا کہہ دینا بھی کافی ہے اور ان کو سلام پیش کرنا اور پھر ان کا جواب دینا بھی ثابت ہوا۔

معلوم ہوا کہ مردے زندے ہوتے ہیں اسی لئے تو جواب دیتے ہیں اور اہل عشاق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مزار پرانوار پر جا کر سلام پیش کر کے پھر وسیلہ دیگر دعائیں مانگتے ہیں پھر ان کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

☆ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا۔

جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا۔

"من یخرج من تحت القبر اعرفه کما اعرف ان الله خلقنی و کما اعرف اللیل و النهار"

(دلائل النبوۃ باب قول اللہ لاتحسبن الذین دار الکتب العلمیہ بیروت 308/3)

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے پہچانتا ہوں جیسے یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح دن اور رات کو پہچانتا ہوں۔

☆ ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع سے راوی

قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة و یوما قبله و یوما بعده

(شعب الایمان حدیث 9301 دار الکتب العلمیہ بیروت 18/7)

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔

☆ طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے راوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبور پر تشریف لائے اور فرمایا

"والذی نفسی بیده لا یسلم علیهم احداً لا ردوا الی یوم القیامة"

(شرح الصدور بحوالہ المعجم الاوسط باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص 85)

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا۔ جواب دیں گے۔

☆ بعینہٖ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کرکے تصحیح کی۔ یعنی حاکم بھی اوپر والی حدیث کو ذکر کرکے صحیح ثابت کرنے والے (Justificatory) ہیں۔

☆ حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی

"اللھم ان عبدك و نبيك يشهدان هؤلاء شهداء وانه من زارهم اوسلم عليهم الى يوم القيامة ردوا عليه"

(المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالفکر بیروت 29/3)

"الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔"

فائدہ

ملاحظہ فرمائیے کہ

اگر قبور پر جانا کفر و شرک ہے تو سب سے پہلے (نعوذ باللہ) انہی گستاخوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ ان کا کہنا کہ قبور پر جانا کفر و شرک ہے تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفر و شرک کر رہے ہیں اور دیکھئے پھر کیسے شرک (نعوذ باللہ) کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا جو ان کی زیارت کو آئے گا ان پر سلام کرے اور یہ جواب دیں گے یعنی زیارت قبور احد کی بھی دعوت دے دی۔

کیا ہی بات جناب والا یہ سب شرک و کفر کیا۔

ارے میں کہتا ہوں یہ کفر و شرک نہیں بلکہ قبور پر جانا میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور جو اس کو کفر و شرک کہے گا اب وہ فیصلہ خود کریں کہ ہم کفر و شرک کر رہے ہیں یا سنت پر چل رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین علیہم الرحمہ کے مزارات پر جانا جائز ہے پھر جب مزارات پر جانا جائز ہے تو حضرت امام جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کی قبر پر جانا کیسے ناجائز ہو جائے گا۔ اور جو ان کے مزارات پر جانے سے منع کرتے ہیں اور غلط بیانی (Falsification) سے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے مکر و فریب میں ڈال کر روکتے ہیں وہ یقیناً مسلمانوں کو ایک اچھے فعل سے منع کرتے ہیں کیونکہ قبور کی زیارت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور گستاخ بھی یہ ہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ سنت کو ترک کر دیں۔ حاشا للہ: عشاق اس مستحسن فعل کو مرتے دم تک ترک نہیں کریں گے بلکہ جب تک زندگی باقی ہے۔ اپنے بزرگوں کے حضور حاضر ہو کر وسیلہ پیش کر کے دعائیں مانگتے رہیں گے۔ اور اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

☆ عطاف کہتے ہیں

میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا تو جواب سنا اور آواز آئی "واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا"

خدا کی قسم! ہم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے سوار ہوئی اور واپس آئی۔

(المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالمعرفہ بیروت 29/3)

☆ امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی۔

مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے۔ جمعہ کا روز تھا صبح ہو چکی تھی آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا۔ جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے باآواز کہا:

"سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ"

جواب آیا

وعلیکم السلام یا ابا عبداللہ

باپ نے میری طرف مڑ کر، دیکھا اور کہا کہ
اے میرے بیٹے تو نے جواب دیا؟ میں نے کہا نہ، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر لیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا دوبارہ ویسا ہی جواب ملا۔ تیسری بار کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے۔

(دلائل النبوۃ باب قول اللہ لا تحسبن الذین دار الکتب العلمیۃ بیروت 309/3)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

الحديث ولفظه عند ابن السني عن ابن مسعود رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل الجبانة ، يقول السلام عليكم ايتها الارواح الفانية والا بدان البالية والعظام النخرة التي اخرجت من الدنيا وهي بالله المؤمنة، اللهم ادخل عليهم روحا منك و سلاما منا

(کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول اذا خرج الی المقابر حدیث 593 نور محمد اصح المطابع کراچی ص 198)

الحدیث: ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو!
جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے، اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔

فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قبرستان میں جانا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ گستاخوں کو چاہئے کہ اب تو محاسبہ نفس (Introspection) کریں اور بزرگوں کے

پاس حاضری کے قائل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق اور عشق اولیاء عطا فرمائے۔ آمین۔

☆ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی

انه مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اهل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجن ودیار کم قد سکنت و اموالکم قد فرقت فاجابه هاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قد مناه فقد وجدنا ہ وما انفقنا فقد ر بحناه و ما خلفناه فقد خسرناه

(شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور۔ خلافت اکیڈمی سوات ص 87)

یعنی ایک بار امیر المومنین بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کر کے فرمایا، ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بسے۔ تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا اے عمر ابن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جب بھی قبور پر سے گزرتے تھے تو سلام کرتے تھے۔ اسی لئے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بقیع پر گزرے تو ان پر سلام پیش کیا۔

☆ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب

سے راوی

قال دخلنا مقابر المدينة مع علی ابن ابی طالب فنادی يا اهل القبور السلام عليكم و رحمته الله تخبرونا باخبارکم تريدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا و عليك السلام ورحمة الله و برکاته يا امير المومنين اخبرنا عما كان بعدنا فقال علی رضی الله عنه اما ازواجکم فقد تزوجن و اما اموالكم فقد اقتسمت و اولاد فقد حشروا في زمرة اليتامی والبناء الذی شيد تم فقد سكن اعداء كم فهذه اخبار ما عندنا فما عندكم فاجابه ميت فقد تخرقت الاكفان وانتشرت الشعور و تقطعت الجلود وسالت لا حداق علی الخدور وسالت منا خير بالقيح والصديد و ما قدمناه ربحناه و ما خلقناه خسرناه و نحن مرتهون بالاعمال .

(شرح الصدور، بحوالہ تاریخ ابن عساکر، باب زیارۃ القبور، خلافت پبلیکیشنز ص 87)

یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

حضرت مولا علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ میں نے آواز سنی کسی نے حضرت مولیٰ کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال سو وہ بٹ گئے اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی اور وہ تعمیر جس کا ہم نے استحکام کیا تھا۔ اس میں تمہارے دشمن بسے۔ یہ ہمارے پاس کی خبریں ہیں۔ اب تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ ایک مردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ

گئے بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آ ئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

ابن عساکر نے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا۔ بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ اس پر عاشق ہوگئی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہو لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (201/7)

''ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے۔ کہا بتا دے ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا، مردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین! رات تھی پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔ آگے لفظ حدیث یوں ہیں۔

فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربه جنتن فاجابه الفتی

من داخل القبر یا عمر قد اعطانیهار بی فی الجنة مرتین

(کنز العمال بحوالہ حدیث 4634: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 2/17-516)

یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں!

جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں جوان

نے قبر میں سے آواز دی اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا

فرمائی۔

فائدہ:

ان سے معلوم ہوا کہ قبور پر جانا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اور جو گستاخ

اپنے آپ کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا دیوانہ کہتے ہیں ان کو چاہئے کہ گمراہی

(Frowardness) کو چھوڑ کر صحیح معنوں میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے پر

چلیں۔ منافقانہ چال چھوڑ دیں۔

☆ اب چند اقوال ذکر کرتا ہوں جو باقاعدہ حاضری قبور پر دال ہیں۔

مسلک متقسط میں ہے۔

ذکر العلامة فضل الله بن الغوری من اصحابنا ان البداء ة

بقبة العباس والختم بصفية رضی الله تعالی عنها اونی لان

مشهد العباس اوّل ما یلقی الخارج من الله عن یمینه فمجا

زوته من غیر سلام علیه جفوة فاذا سلم علیه وسلم علی

من یمربه اولا فیختم بصفية رضی الله تعالی عنها فی

رجوعه کما صرح به ایضا کثیر من مشائخنا الخ

(مسلک متقسط فصل لیختم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دار الکتب العربیہ بیروت ص 345)

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ

زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کیے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے۔ جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے تو واپسی مزار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ختم کرے جیسا کہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی۔ الخ

☆ جذب القلوب میں تشریح (Interpretation) کے ساتھ عبارت منقول ہے۔

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ برآنند بہ زیارت حضرت عباس کندوہ کہ بادے دریک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل واقرب است واز پیش ایشاں درگزشتن وبزیارت دیگراں متوجہ شدن نوع از جفا وسوئے ادب باشد

(جذب القلوب باب فضائل مقبرہ بقیع منشی نولکشور لکھنو 187)

علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتدا کس سے کرے۔ ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہل بیت ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم آرام فرما ہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اور اقرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزر جانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہو جانا ایک قسم کی لاپروائی اور بے ادبی ہے۔ الخ

اسی میں ہے

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ عنہ ومن معہ وبعد ازاں بہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کرا ادنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم مروت وحفظ طریقہ ادب

بغایت دور است: قال بعضھم وھو مقصد صالح لا یضر معہ
عدم رعایۃ الافضل و الاشرف الخ

(جذب القلوب باب در فضائل مقبرہ بقیع منشی نولکشور لکھنو 188)

بعض علماء کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنیٰ شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروت اور حفظ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل و اشرف کی عدم رعایت مضر نہیں۔ الخ

☆ امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا

و یانسون ان اتی المقابر

جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

☆ امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔

جذب القلوب میں فرمایا

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت را بود در وقت کہ یکے از آشنایان او رزیارت قبر او رکند واحادیث دریں باب بسیار است

(جذب القلوب: باب پانزدہم منشی نولکشور لکھنو ص 213)

زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لئے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ میت کے لئے سب سے زیادہ انس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اس کا پیارا آشنا اس کی زیارت کے لئے آتا ہے۔ اس باب میں احادیث بہت ہیں۔

☆ شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں۔ درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشاں نسبت خاصی است ستمر کہ بدان زائران رامی شناسد ورد سلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات۔

(جذب القلوب باب چہارم دہم منشی نولکشور لکھنؤ ص 206)

تمام مومنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اسی سے زیارت کے لئے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات مستحب ہے۔

☆ لمعات واشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں تسکین دہ (Gratifying) عبارت منقول ہے۔

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روز جمعہ علم و ادراک بیشتر از انچہ دادہ می شود در روز ہائے دیگر تا آنا کہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر

(اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور فصل 1 نوریہ رضویہ سکھر ،716/1)

الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔

تیسیر میں زیر حدیث (من زار قبر ابویہ) کے تحت نقل فرمایا۔

"ھذا نص فی ان المیت یشعر من یزورہ والا لما صح تستمیتہ زائرا و اذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ھذا ھو المعقول عند جمیع الامم"

(تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبر ابویہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ)

(420/2)

یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا صحیح

نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ملاقات کی۔ تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی سمجھتا ہے۔

☆ شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں وضاحت (Obviousness) سے نقل ہے۔

الاحاديث والاثار تدل على ان الزائر متى جاء علم به المزور وسمع سلامه و انس به ورد عليه و هذا عام فى حق الشهداء وغيرهم و انه لا تقويت في ذالك

(النبایہ شرح ہدایہ باب الجنائز مکتبہ مدادیہ ملتان 1:1073)

احادیث اور آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اس کا سلام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

☆ امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل تحقق لذوى البصائر والاعتبار ان الزيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت في حياتهم

(المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت 1:249)

اہل بصیرت واعتبار کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت وعبرت محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

☆ شرح مشکوۃ میں ہے۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تعرفہائے شان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبدالقادر

جیلانی رضی اللہ عنہ و دو کس دیگر، را از اولیاء شمردہ مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است

(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی، دہلی ص 80، اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور تیج کمار لکھنؤ 715/1)

ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ شیخ معروف کرخی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما اور دو اولیاء کو شمار کیا۔

(شیخ عقیل منجی بسی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالیٰ)

ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔

☆ امام ابن حجر مکی پھر شیخ محقق پھر شیخ شروح مشکوۃ میں فرمایا

صالحان را مدد بلیغ است بہ زیارت کنند پان خود را بر اندازہ ادب ایشان

(اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر 720/1)

صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔

امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک قبور اولیاء کی زیارت کے جواز (Authorization) میں فرمایا۔

ولہذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار و الاستعانۃ من نفوس الاخیار

(شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عند الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور 43/2)

اس سے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

☆ شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس اور اتعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر راو بسبب ایں دو تعلق حاصل می شود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی وعلاقہ مخصوص پس اگر نفس مزدر قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود واگر بر عکس بود بر عکس شود

(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص 80)

جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحب قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے اب اگر صاحب قبر زیادہ قوت والا ہوتا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے۔

☆ مولانا جامی قدس سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے ناقل

''درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن، چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک، شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چوں بزیارت کسے مے رود چندانکہ می رود توجہ او زیادہ می شود چوں بہ سر خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک اور احس او نیز مشغول اومی شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر باشد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہاں اور ایکے است اما آں موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصا

(نفحات الانس: ترجمہ ابوالمکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طہران: ص 440)

ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ روح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وہی فائدہ

ہوگا جو کہ قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس کی قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اس کے حواس بھی اس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پورے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لئے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لئے ایک ہے مگر اس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔

☆ شرح الصدور میں مثل قومین سابقین میں ترمیمی (Emendatory) حوالے سے ذکر ہے۔

"قد شرع صلی اللہ علیه وسلم لامته ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه ممن یسمع ویعقل"

(شرح الصدور باب زیارۃ القبور، خلافت اکیڈمی مینگورہ سوات۔ ص94)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

☆ منسلک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار فتاوی عالمگیری میں ہے۔

''واللفظ ملاخیرین فانہ اسبط (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لئے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں) کہ بعد زیارت سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

"جزاك الله عنا افضل ما جزى اماما عن امة نبيه و لقد خلفته باحسن خلف و سلكت طريقة و منها جه خير مسلك و قاتلت اهل الردة و البدع و مهدت الاسلام ووصلت

الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصر الاهله حتی اتاك الیقین"

(فتاویٰ ہندیہ۔ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔نورانی کتب خانہ پشاور 266/1)

آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزاوعوض نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بے شک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ وطریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

جزاك الله عنا افضل الجزاء و رضی عمن استخلفك فقد نصرت للاسلام و المسلمین حیا ومیتا فکفلت الایتام ووصلت الارحام و قوی بك الاسلام وکتب للمسلمین اما ما مرضیا و هادیا مهدیا جمعت شملهم واغنیت فقیرهم وجبرت کیسیرهم (حوالہ سابقہ)

اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

☆ امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء میں لفظی بحث

(Logomachy) کے طور پر نقل کیا۔

"الدعا عند قبور الصالحين و التشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من ائمة الدين"

(المدخل فصل فی زیارۃ القبور: دار الکتاب العربی بیروت: 249/1)

قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

☆ لباب وشرح لباب واختیار وفتاوی ہندیہ میں ہے۔

"واللفظ للاولين فانه اتم" (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وہ زیادہ کامل ہیں) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادۂ سلام وذکر مآثر السلام عرض کرے۔

"جزا كما الله عن ذلك مرافقته فی جنة وايانا معكما. برحمته انه ارحم الراحمين و جزا كما الله عن الاسلام واهله خير الجزاء جئنا يا صاحبی رسول الله صلی الله عليه وسلم زائرين نبينا و صديقنا و فاروقنا و نحن نتوسل بكما الی رسول الله صلی الله عليه وسلم يشفع لنا الی ربنا"

(المسلک المتقسط مع ارشاد الساری: باب زیارۃ سید المرسلین: دار الکتاب العربی بیروت ص 340)

اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی۔ بے شک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے۔ اللہ آپ دونوں کو اسلام و اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی (علیہ السلام) اور اپنے صدیق (رضی اللہ

عنہ) اور اپنے فاروق (رضی اللہ عنہ) کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

☆ مرزا مظہر صاحب نے ملفظات حضرت ایشاں میں دلکش (Picturesque) جملہ ارشاد فرمایا

"سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند"

(ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں، مطبع مجتبائی دہلی ص 83)

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔

☆ شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا۔

''امروز اگر کسے رامناسبت بروح خاص پیدا شود وازانجا فیض بردارد غالبا بیرون نیست ازآنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، یا بہ نسبت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ وآنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد و برقبر وے بسیار می، رود، و ابن معنی سلسلہ جنبان از جہت قابل گشتہ است وآں بزرگ راہمت قویہ بودہ است درتربیت منتسباں خود وآں ہمت ہنوز درروح وے باقی است وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است''

(ہمعات ہمعہ 11 اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد پاکستان ص 63)

آج اگر کسی کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً اس سے باہر نہ ہوگا کہ یہ معنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا

حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ اس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وہ ہمت روح میں اب بھی باقی ہے۔ یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک بنا۔

☆ جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں منور (Effulgence) عبارت نقل فرماتے ہیں۔

''بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدۂ محروسۂ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفائے تمام از روحانیت مقدسۂ ایشاں ظاہر گشت و از کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود را کہ بہ حضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند''

(مکتوبات امام ربانی: مکتوب: 297 منشی نولکشور لکھنؤ 413/1)

''حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لئے گیا۔ مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رونما ہوا اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔''

☆ شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمہ کا حال لکھتے ہیں۔

''دو سال کم وبیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبدالقادر قدس سرہ متوجہ
مے شدہ ذوق ایں راہ از آنجا پیدا کرد''

(انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص386)

کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے۔ اس دوران آپ اکثر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کو مرکز توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔

☆ اسی میں حضرت میر ابوالعلی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا۔

''بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند از
آنجناب دل ربا یہا یافتند وفیضہا گرفتند''

(انفاس العارفین مترجم اردو میر ابوالعلی اسلامک فاؤنڈیشن لاہور ص69)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس بارگاہ سے خاص لطف وکرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔

☆ اسی میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کیا۔

''می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار
عظیم دراں محل تعلیم فرمودند''

(انفاس العارفین مترجم اردو حصہ دوم شیخ ابوالرضا محمد ص194)

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بیداری میں دیکھا۔
اس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔

☆ شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں استمداد والتجاء کے حوالے سے کہا۔

''بزیارت قبر ایشاں رود واز آں جا انجذاب دریوزہ کند''

(ہمعات: ہمہ 18 اکادیمیہ شاہ ولی اللہ حیدرآباد ص34)

ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔

☆ مرزا صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیاء دریوزہ فیض جمعیت کن الخ''

(کلمات طیبات: نصائح ووصایا مرزا صاحب: مطبع مجتبائی دہلی: ص89)

مزارات اولیاء کی زیارت سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔

فوائد

ان سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ علیہم اللہ کے پاس حاضر ہوکر بھیک مانگنا بزرگوں کا طریقہ ہے۔ جب اولیاء اللہ علیہم الرحمہ کے پاس حاضر ہوکر بھیک مانگنا جائز ہے تو پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہونا اور پھر وہاں بھیک مانگنا کیسے ناجائز ہوگا۔ اور پھر کیسے کفر وشرک ہوگا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ گستاخ ابھی تک غلط فہمی میں مبتلا (Misapprehensive) ہیں ان کو چاہئے کہ سچے دل سے توبہ کریں ورنہ خود کفر وشرک میں مبتلا رہیں گے۔

اعتراض

آپ نے جو اعتراض کے جواب سابقہ میں یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف لے گئے۔ اس کو تو کسی حدیث سے ثابت نہیں کیا لہٰذا تمہارا والدین کریمین کی قبروں پر دلائل احادیث مبارکہ بیان نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف نہیں لے گئے لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی بھی شخص کی قبر پر جانا ناجائز اور شرک ہے۔

اور پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبر پر جانا کیسے جائز ہوگا لہٰذا ان کی قبر پر جانا بھی ناجائز وشرک ہوا۔

جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف لے گئے۔ خیانت

(Malversation) تو خود کر رہے ہو کہ احادیث کو چھپا رہے ہو یوں تو بڑے دعوے کرتے ہو کہ قرآن و احادیث مبارکہ سے دلائل دکھاؤ۔ کیا تمہیں ان احادیث مبارکہ کا علم نہیں ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبروں پر تشریف لے گئے۔

نہیں معلوم تو پھر سنئے مسلم شریف میں کتاب الجنائز (فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور) صفحہ نمبر 314 پر منقول احادیث مبارکہ ہے۔

"عن ابی ھریرۃ قال زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم استاذنت ربی فی ان استغفر لھا فلم یؤذن لی واستاذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروا القبور فانھا تذکر کم الموت"

(صحیح مسلم فصل فی الذھاب الی زیارت القبور، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی نمبر 1 ص 314)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور آپ کے گرد کھڑے لوگ بھی روئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ پھر ان کی قبر کی زیارت کے لئے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دیدی گئی۔ پس قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی واستاذنتہ ان ازور قبرھا فاذن لی"

(صحیح مسلم فصل فی الذھاب الی زیارت القبور، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی نمبر 2 ص 314)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی پھر اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی۔''

فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر انور پر تشریف لے گئے لہٰذا معلوم ہوا کہ تمہارا ناجائز شرک کہنا باطل ہے اور تم خود ہی اس شرک میں پھنسے ہو کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبریں پر تشریف لے گئے۔ اس کو نہ ماننا خود ہی شرک میں پھنسنا ہے۔

لہٰذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ قبور پر جانا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے تو یہ کیسے ناجائز و شرک ہو سکتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جانا بھی کفر و شرک ہے بلکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر جا کر حاضری دنیا ایسی لازوال (Inexhaustible) نعمت ہے کہ جس سے فیض حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کر کے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

اگر پھر بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اللہ سے دشمنی رکھے اگرچہ وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی دشمنی رکھے تو اس کے لئے سخت وعید ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حدیث قدسی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

''من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ'

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی 963/1)

تو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے، میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔

اسے امام بخاری نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
لہٰذا اے گستاخو اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے دشمنی چھوڑ دو اور اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے سچی عقیدت رکھو تاکہ تمہیں ایمان کی اصل لذت نصیب ہو جائے اور تم سچے مومن بن جاؤ۔
اللہ تعالیٰ اولیاء سے سچی محبت نصیب فرمائے اور کفر و شرک سے نجات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم
نوٹ: میرا یہ موضوع نہیں لیکن قارئین کے ذہنی خدشے کو دور کرنے کے لئے وضاحت کر رہا ہوں۔
اگر کسی کے ذہن میں یہ گستاخی پیدا ہو کہ جو سابقہ احادیث مبارکہ گزری ہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں دی'' اس جملہ سے یہ ثابت نہ کرے کہ وہ مومنہ نہ تھیں یا اللہ تعالیٰ نے استغفار سے کیوں روکا''
الجواب: اس کا جواب یہ ہے کہ غیر معصوم کے حق میں استغفار کرنا اس کے گناہ گار ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے یعنی اگر آپ اپنی والدہ کے لئے استغفار کرتے تو کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے کوئی گناہ کیا ہوگا یا مومنہ نہ ہوں گی جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے متعلق کوئی شخص یہ وہم نہ کر سکے۔ یہ سوال نہ کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ شرک پر فوت ہوئی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے استغفار کی اجازت چاہتے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے لئے استغفار سے منع کر دیا تھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (توبہ:113)
نبی اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔

یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور والدہ کی زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ یا فتح مکہ کے بعد کی ہے۔

اہل سنت والجماعت بریلوی کا یہ مسلک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومنین ہیں اور ان میں سے کسی کا خاتمہ کفر شرک پر نہ ہوا۔ ان میں سے کوئی کسی بدکاری میں ملوث نہ رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سیوطی نے مسالک حنفاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں اہل اسلام کے تین نظریات پیش کئے ایک یہ کہ آپ کے والدین کریمین اہل فطرت سے تھے اور تمام اہل فطرت نجات یافتہ ہیں اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مکلف ہی نہ تھیں اور غیر مکلف کے لئے استغفار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے تمام آباء اور امہات مومن ہیں اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی تاکہ معصیت کا وہم پیدا نہ ہو۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ واضح ہے۔

اور ایک وجہ یہ کہ استغفار کی اجازت اس لئے نہیں ملی کہ وہ بے گناہ ہیں گناہ گار تو وہ ہوتا ہے جس کو شرعی احکام پہنچیں اور وہ ان کی مخالفت کرے ان کی شریعت کے احکام پہنچے ہی نہیں اسی لئے بچے کی نماز جنازہ میں دعائے مغفرت نہیں ہوتی۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ فرمانا وہ محبت فرزندی کے جوش سے ہے کہ آج وہ زندہ ہوتیں تو ہماری اس شان کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی فرماتیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین

کریمین ایمان والے تھے۔اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

لہٰذا اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ قبور پر جانا سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اسی لئے تو عشاق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں وسیلہ پیش کر کے دعائیں مانگتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے پوری ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے سچی عقیدت اور ان سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

اہم نکتہ:

آج کل جو لوگ کونڈوں کو ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں ان کو اس فعل سے توبہ کرنی چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا تو یہ اپنے فاسد قیاسات کر کے اس عظیم الشان امر سے مسلمانوں کو کیوں روکتے ہیں۔

مسلمانو!

یہ پرفتن دور ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی سے کچھ نہیں ہم اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔چاہے سنی یا شیعہ یا وہابی یا دیوبندی ہو تو میں کہتا ہوں کہ یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی اور غیر معقول (illogical) بات ہے کیونکہ حق اور جھوٹ کو ظاہر کرنا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹا ہے اور کون 73 فرقوں میں سے ایک فرقہ جنتی ہے۔

الحمد للہ مسلک اہل سنت والجماعت بریلوی حق پر ہیں اور وہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور بزرگوں سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام وصحابہ کرام علیہم الرضوان و اولیاء عظام علیہم الرحمہ سے پیار کرنے والے اور ان کو ماننے والے ہیں۔لہٰذا اہل سنت جماعت بریلوی کو لازمی پکڑلو یہی جماعت حق اور سچ پر ہے اور گستاخوں سے دور رہیں تاکہ اپنا ایمان اور دین سلامت لے کر دنیا سے روانہ ہوں۔شریعت نے ان گستاخوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میل جول سے منع فرمایا ہے۔

میل جول سے ممانعت پر دلیل ملاحظہ ہو۔

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان مرضوا فلا تعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدو هم وان لقيتم هم فلاتسلموا عليهمولا تجالسوهم ولا تشاء بوهم ولا تاكلوهم ولا تناكحو هم ولا نصلو عليهم ولا تعلوا املهم"

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو''۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کو ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر اور عقیل وابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ رضی اللہ عنہم (انوار الحدیث ص 70)

لہٰذا مسلمانو معلوم ہو گیا کہ ان کے ساتھ تعلقات دین میں ضرر رساں ہیں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تمام رسموں میں میل ملاپ سے منع فرمایا لہٰذا ضروری ہے کہ سواد اعظم جماعت کا دامن پکڑ لو اور وہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت بریلوی ہے تاکہ ہم اپنا ایمان اور دین سلامت لے کر اس دنیا سے رخصت ہوں اور ہماری قبر و حشر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سلامت رہے۔

آخری التجاء اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں:

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ ان بے ادب (Illbred) لوگوں سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو کہ مسلمانوں کو گمراہی کی طرف لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ مقدسہ میں قبول و منظور فرمائے اور

میرے شفیق والدین واساتذہ کرام و پیرومرشد و بھائیوں اور خصوصاً جنہوں نے مجھے دعا کے لئے اور اس رسالے کے لکھنے پر زور دیا ہے کے سنگ مدینہ منورہ ومکۃ المکرمہ کی زیارت عظیمہ نصیب فرمائے اور ہم تمام کی بے حساب مغفرت اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں عرض کر کے قلم بند کرتا ہوں۔

یا الٰہی مغفرت کر مجھ وسب و بے کس و مجبور کی
دور ہوں سب مشکلیں مجھ وسب بے کس و مجبور کی
یاالٰہی نزع کی سختیوں سے بچنے کی آرزو ہے مجھ وسب بے کس مجبور کی
ایمان پہ خاتمہ وشفاعت مصطفیٰ ﷺ ہو مجھ وسب و بے کسو مجبور کی

مؤلف

مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاہد عطاری القادری

شاہ جمال

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف

الحمد اللہ عزوجل 22 ربیع الثانی 1432 بمطابق 27 مارچ 2011

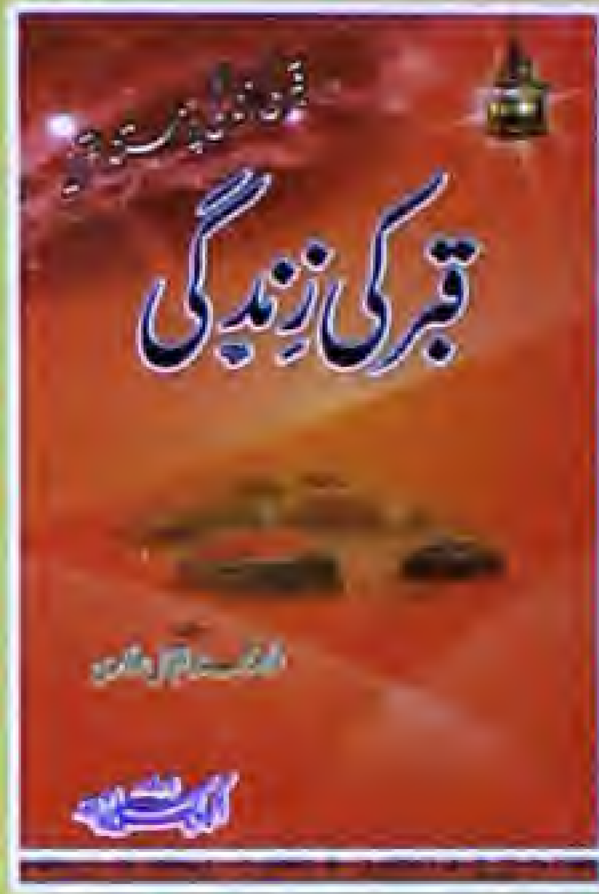
(بروز اتوار شام 01:47 پر اختتام کیا)

(نوٹ) کتاب کی مزید ترمیم کرنے کے اصرار پر دوبارہ بروز جمعۃ المبارک الحمد للہ عزوجل بمطابق 3 ربیع الاول 27 جنوری 2012 بوقت دن 09:31 پر اختتام کتاب کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

ہماری
چند دیگر مطبوعات















ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022